۶۸۶

سلسلۂ انتخاب دواوین اساتذۂ اردو زبان



انتخاب دیوان

علی میاں صاحب

کامل لکھنوی

جسکو

سید فضل الحسن حسرت موہانی اڈیٹر اردوی معلی نے مرتب کر کے

رئیس المطابع واقع کانپور میں چھپوا کر شائع کیا

قیمت فی جلد

خدا سے مانگ کر روزی تنگ دو کی اگر تو نے / خجل پائے طلب با منفعل دست دعا ہوگا

زبان لکنت کریگی وصل کے اقرار کرنے مین / یہ مطلب یار کی چشم سخنگو سے ادا ہوگا

بھگینگے خاک ہم جب مرگیا دل رنج فرقت مین / وہ کشتی کیا بچیگی غرق جسکا ناخدا ہوگا

لحد میں شور نفخ صور کا مشتاق آیا ہون / تبو انکے وصل کا وعدہ قیامت مین وفا ہوگا

کمر تک دوش سے آنے تو دو آہستہ آہستہ / تمہاری زلف کا شہرہ ختن تک سے تا خطا ہوگا

وفا انسان کا ہے اندازہ دولت سی دنیا مین / گھلے گی شمع اوتنی جسقدر رشتہ فنا ہوگا

حقارت سے نظر کیونکر کرین ہم سنگ کی جانب / کہ جسدن دیر مین پہونچا برہمن کا خدا ہوگا

حذر کر سروری مین قرب سے مار منافق کے / زمین پر گر کے سایہ اوسکے قد کا اژدہا ہوگا

سخندانی کو استعداد علمی کی ضرورت ہے / شجر سرسبز کیا بے قوت نشو و نما ہوگا

ضرورت سے زیادہ ہمت نہ کر دولت سی کسکو / فساد ہضم کا باعث شکم کا امتلا ہوگا

ترقی مرتبہ کی ایک دن تجھکو گھٹا دیگی / پر پرواز پیدا کرکے تو بیدست و پا ہوگا

گھلائے کیون بدن کو آدمی عشرت کی حد سے / یہی دو حالتین ہین شاہ ہوگا یا گدا ہوگا

فقیر اللہ کے جائز نہیں رکھتے تکلف کو / وہ دنیا دار ہونگے جنکے گہر مین بوریا ہوگا

تجھے اے شمع کیون مجلس مین لاتے گر خبر ہوتی / کہ سو سو بار تیرا ایک شب مین سر جدا ہوگا

ہماری بندگی کی قدر اوسکو اے بتو ہوگی / ہمارے بعد جو در پر تمہارے جبہ [illegible]

تماشا زن تابان کی تڑپ کا دیکھیے کیا ہو / کیسے زخم دل کا خندہ [illegible]

ہمارے زخم دل کو ذوق ہے درد محبت کا / نمک تم شوق [illegible] ہوگا

ابھی کم سن ہے اوس پر خود سری نے غضب ڈھایا / جوان ہو کر [illegible] وہ مت کیا بلا ہوگا

خرام ناز سے اونکے تہہ و بالا زمانہ ہے / الٰہی آج پیش از وقت کیا محشر بپا ہوگا

تکلف برطرف کیونکر اوٹھاوے ناوک جانان / ابھی آیا ہی دل مین رفتہ رفتہ آشنا ہوگا

دو رنگی طبع قاتل مین ہے سبزے خونکی تا بل / خوشی ایک اوسکے گھر مین ہوگی ہنگامہ بپا ہوگا

اندھیرا اون کو پچھلی رات کا ہے کنج مدفن مین / مجھے اس گھر مین یارب رات جب ہوگی تو کیا ہوگا

وہی تم ہو کہ آخر سب کے دل مین سو رہا کرتے / اگر سینہ سے لگ جاؤگے پڑھکر قلم کیا ہوگا

پیے گا حسرتوں کا خون تیر قلب مضطر میں
خدا کا گھر تھا آگے اب زمین کربلا ہوگا

بیاں ہم خود کرینگے وقت رخصت قبر پہ آنا
ہماری مرگ کا افسانہ کیا تم نے سنا ہوگا

سنا ہے کل کسی کے حلق پر پھیرو گے تم خنجر
وہ گردن کس کی ہوگی ہائے وہ کسکا گلا ہوگا

تصور سے جدائی کے تہ و بالا ہے دل میرا
نہیں معلوم تم گھر کو سدھاروگے تو کیا ہوگا

عبث کرتا ہے ناصح موعظہ کامل کو تقوے کا
بھلا کچھ خیر ہے وہ رند مشرب پارسا ہوگا

ظلم تھا صاحب ماتم ہماری جانوں کا
بھرا اٹھا نل سے جیب رنگ آسمانوں کا

یہ حال راہ عدم میں ہے کاروانوں کا
کہ اتصال سے جادہ نما ہے جانوں کا

جرس ہے غلغلہ صدرہ کا روانوں کا
نمک ہے شور قیامت ہماری جانوں کا

مدار کار ہے نخوت بہ نکتہ دانوں کا
ہوا کے ہاتھ میں دامن ہے بادبانوں کا

خیال وصل جو ہمدم تھا ناتوانوں کا
کھلا نہ مر کے بھی پیوند استخوانوں کا

لیا قصاص مصیبت کشوں کی جانوں کا
ملا شفق نے لہو سہ سہ آسمانوں کا

کبھی نوحا رگلہ کرتے باغبانوں کا
کھلا نہ منہ ہے گرفتار ان زبانوں کا

ضرر ہوا نہ تغیر سے بے نشانوں کا
مکاں بدل گیا مرنے کے بعد جانوں کا

عدو ہے چرخ ستمگار نیم جانوں کا
نشانہ مانگیں تو گوشہ ملے کمانوں کا

انہیں نالہ ہے غربت میں نیم جانوں کا
بلند نام ہوا ہم سے بے نشانوں کا

مآل دیکھ تواضع کے رتبہ دانوں کا
جرس رفیق ہے منزل میں کاروانوں کا

جواب دیتے ہیں نافہم نکتہ دانوں کا
کلام کا ہمکو بازیچہ ہے زبانوں کا

سرائے گور پتہ دیتی ہے مکانوں کا
وطن دیار عدم میں ہے بے نشانوں کا

وقار دیکھ ضعیفوں کا ناتوانوں کا
جھکا تو حیلہ ہی سے سر جھکا کمانوں کا

خدا قفس میں نگہباں ہے ان کی جانوں کا
دم نسیم تھا خس جنکے آشیانوں کا

ندے گر بہ کا انہے سے دوستوں کو محل
شکست توم بھکاں ہے سرتانوں کا

اسد خیر رفیقوں سے کوئی کیا رکھے
ہوا نے چاک کیا پردہ بادبانوں کا

وہ گرم رو ہوں کف پا خار سی ہوئیگا / یہ لہو کی جگہ مغز استخوانوں کا

لشر گو جرم سے مانع نہیں کا بیان عمل / نہیب دزد کے دل میں ہے پاسبانوں کا

حیا سے سرخ ہوئی ہے سحاب میں پنہاں / کہ ساتھ دے نہ سکی ہم سبک عنانوں کا

خیال میں ہے جو ایک عارض عرق آلود / جگر کے داغوں میں عالم ہے عطردانوں کا

اب اور نالۂ بلبل کریگا کیا تاثیر / گلوں نے پردہ بنایا ہے انکے کانوں کا

رہے یہ نقش قدم جنکے منتظر رہتے ہیں / ملا نہ جادہ اخلاص مہربانوں کا

نگاہ شوق میں آنکھوں کی تا چمن پہونچی / رہا جہاں ہی وہی بعد دو کمانوں کا

عزیز زخم جگر اس سبب سے ہے مجھکو / کہ یادگار ہے احباب کی زبانوں کا

درون آب ہی کیا ہیں عمارتیں اے موج / حباب بحر کا گنبد ہے کن مکانوں کا

تمام عمر چلے راہ اور گھر میں رہے / سفر تھا نبض کی مانند ناتوانوں کا

مٹائے نقش قدم رہروں نے خوب کیا / کہ بیٹھنا ہی تو مشکل تھا ناتوانوں کا

اجل کی راہ میں فوت کا امتحان ہوا / قدم رہروں سے آگے بڑھا جوانوں کا

عزیز ہو کے سیاہی سے بخت بدتر ا / بنے گا مردمک دیدہ آسمانوں کا

حرام میں نجم شب تیرہ کا ملمن نہ کریں / چراغ تنکے جلے گا خس آشیانوں کا

اگر یہی غلغلہ کفر کا ہے عالم میں / بنے گا نالۂ ناقوس غل اذانوں کا

سوت کے قصر کی ظلمت ہے بے نقش ہوتا / جبین مہر بنے سنگ آستانوں کا

سر مزار میں مفلس کو لوگ کیوں آئے / کہ بعد خواب نہیں کام قصہ خوانوں کا

فلک کریگا کسی اسیر پر مجھے سیدھا / کہ میں نہ تیغ کا قایل ہوں نہ خم کمانوں کا

زلفتہ نہ ہوں کیوں خال روئے جاناں پر / یہ ایک دانہ ہے خرمن ہزار جانوں کا

دل و جگر متوحش بہت ہے میری جان سے / عذاب روح کا ہے ساتھ بدگمانوں کا

خوشی ہے ذبح میں عشاق کے دلوں کی تو / انہیں ملال نہ دو پاس کر کے جانوں کا

خرام ناز سے اب بس کریں کہے کوئی / غبار آہوں سے اٹھنے لگا ہے جانوں کا

ہمارے دلکو تکلف اولگنو ملا ہندو / کہ تیر خوردہ ہے افلاک کی کمانوں کا

فنا کے قبل نہ دیکھیں دلوں نے روئے نشاط
ان آئینوں نہ ہے کاکل عبارہ جانوں کا

یاد آئے سر زلف جو اُس عہد شکن کا
طعمہ دل غم دیدہ ہوا افعی کے دہن کا

دیدار نہ ہوں تو خاک نہیں لطف سخن کا
ہر حسن انہیں موتیوں سے دُرج دہن کا

آیا جو قدم باغ میں کس غنچہ دہن کا
کچھ اور ہی عالم نظر آتا ہے چمن کا

کیا اوسکو خیال آئیگا یاران وطن کا
غربت میں جسے ہوش نہوگا سر و تن کا

آیا ہے کلیجہ میں لہو اپنے بدن کا
کیا درد ہے پیکاں ہی کسی تیر فگن کا

اللہ میں موسیٰ من سرا بر رہیں بانیں
لکنت سے ہوا تنگ نہ میدان سخن کا

یوں حسرت دیدار میں ہم دفن ہوئے ہیں
خط تنگہ شوق ہے ہر تار کفن کا

قاتل سے طلب بہت رفتار کروں گا
جادہ دم شمشیر پہ ہے راہ وطن کا

چشمہ دہن یار کا نزدیک جو پایا
سبزہ ہوا ناسبزہ لب چاہ ذقن کا

لب کی حرکت بھی نہیں اندیشہ سے خالی
غنچہ کے تبسم سے کھلا راز دہن کا

ہوتا نہ سپیدہ سحر حشر کا پیدا
میں چاک نہ کرتا جو گریبان کفن کا

دم کیوں نہ رکے گردش افلاک سے میرا
ہر دور گلے کیلئے حلقہ ہے رسن کا

اعجاز رخ یار کا ہے خال سے ظاہر
دانہ سر آتش نہ جلا مشک ختن کا

گھل کر صفت شمع فنا ہو گئے اعضا
تابوت کا محتاج ہوا میں نہ کفن کا

اچھا ہوا شعلہ کی اگر اوڑھ لی چادر
پردہ تو کیا شمع نے عریانی تن کا

بیتاب ہوا تشنگی سوں سے ایسا
پانی کی جگہ خون پیا دل نے بدن کا

دنیا کی طمع کیوں نہ ہو انساں کو زیادہ
اس چاہ کے اندازہ سے ہے طول رسن کا

سیراب اثر گریہ ہوئی چشم تمنا
کیا آب گہر آب تھا اُس چاہ ذقن کا

کھولی بھی گرہ دل کی تو تیسر سے کھولی
خلعت بھی دیا مجھکو فلک نے تو کفن کا

ساماں نہ کا تکلف سر مدفن کیا
اب بے ساماں امارت پس مردن کیا

بجھ گیا خط سے تمہارا رخ روشن کیسا — ظلمۂ سور ہوا حسن کا خرمن کیسا

بادہم سے نہین اوٹھنے کا یہ لے جوش جنون — پھیر ہمسا مین ہے اگر جیب تو دامن کیسا

جھک کے ملتا ہے عدو حلقۂ خاتم کی طرح — نرم لے کوفت سے ہوتا ہے یہ آہن کیسا

گردش بخت کو ہے بُعد وطن کا لازم — نہ گرے دور تو وہ سنگ فلاخن کیسا

مدح سے کرتے ہین جاہل کو ثنا خوان مغرور — بت کو سجدون سے بنانے ہین برہمن کیسا

عہد پیری نے کیا قلب کو صاف آئینہ دار — صبح کے ہوتے ہی مطلع ہوا روشن کیسا

مارمار اونکے نئے چشمہ خون مین ڈوبا — بخیہ گر زخمون سے خوش ہے سوزن کیسا

عکس عارض جو نظر آتا ہے آیا جاتا — اندرون خانہ آئینہ ہے روشن کیسا

دیکھئے باغ کا ہوتا ہے خزان مین کیا رنگ — ظلم کرتے ہین سپاہی [illegible] دہمن کیسا

میری آنکھون کے شرارے ہیں ستارے کیسے — گشت افلاک در عکس ہوئی خرمن کیسا

بست قدرت نے ہی دیوار بنایا تجھکو — پھر غم بے بصری دیدۂ روزن کیسا

بادطوفان کے خدنگون سے چھناجاتا ہے — روح بنے ہوئے ہے بدن یہ جوشن کیسا

نفس امارہ کا مر ہدین خط کیا یا دل — آ گئے گھر مین اب اندیشہ رہزن کیسا

چشم لیلی کسطرح دلکو لبھا لیتی ہے — شوخ اوس بت کا ہے نقش سم توسن کیسا

دو قدم قبر بھی برسون مین وہانتک پہونچا — سست رفتار ہین تقاعد کا توسن کیسا

خود نما ہوکے سر چرخ اوسے پہونچایا — پھر بھی شعلہ ہے خس خشک کا دشمن کیسا

مشعل مہر لئے ساتھ رہیگا جیب تو — داغ دل پھر غم تاریکی مدفن کیسا

میرے تابوت کو ہنس ہنسکے ہی کاندھا دیتا — متحیر ہون کہ نافہم ہے دشمن کیسا

عارض یار کو گلگونہ کی حاجت کیا ہو — کہ چراغ حنا چند میں روغن کیسا

شمع روشن کئے بیٹھا ہے سر راہ کلیم — اونکی آمد سے ہو خوش وادی ایمن کیسا

پائے اشجار یہ سر رکھکے ہے آنکھیں ملتا — سایۂ ابر ہے شوریدۂ گلشن کیسا

نکلے دریاؤن سے پانی ہے برسنے آتا — ابر ہے تشنۂ سیرابی گلشن کیسا

دل کے داغون کو پیار آب کر آنسو پیکے — دیکھ جلتا ہے چراغون میں یہ روغن کیسا

بدہین نیکون کے توسل سے اگر مستغنی　　برق کے ہاتھہ مین بیر ابر کا دامن کیسا
نفس امارہ نے کیا سخت اذیت دی ہے　　ساتہہ ہے سایہ کے مانند یہ رہزن کیسا
دیکھہ انجام رضاجوئی حق اے یوسف　　لوث تہمت سے بری ہوگیا دامن کیسا
آستان سانہہ ہی لیکر ہے نکلتا بہتر　　ہیتا گراں باغ کو جب ہون تو نشیمن کیسا
اشک آنکھون کے دم سرع ہوئے کیون یہ فنا　　ان چراغون مین بہرا رہ گیا روغن کیسا
رنج دنیا ہے تو راحت ہی کبھی دے گردون　　ایک ہی آگ پہ مرتا ہے یہ توسن کیسا

آستادر بیٹے اسرار ہین ناحق کامل
مدعی مین نہین مجہہ سے حسد من کیسا

عاشق کو سوز ہجر مین نالے کا ہوش کیا　　مثل سپند آگ مین گر کر خروش کیا
بلبل نہ رات دن کا چمن مین خروش کیا　　کچھہ خبر ہے کہنیگے تجھے اہل ہوش کیا
غفلت نہ جس سے ہو تو ترنج وہ ہوش کیا　　پانی بلند ہوکے نہ بیٹھے تو جوش کیا
فصل بہار آتے ہی وحشت کا جوش کیا　　پارہ کریگا دست جنون جیب ہوش کیا
بیہودہ ہین چشم ابر کے رقت کا جوش کیا　　نے کے گلے سے ہجر تمان مین خروش کیا
پیری مین نوجوان کی الفت کا جوش کیا　　دیکھون دکہائے یہ دل بیہودہ کوش کیا
کم ہوگا فصل گل مین نہ وحشت کا جوش کیا　　یونہی رہیگی بے حرکت نبض ہوش کیا
شکوہ نہ لال دردکا لے مے فروش کیا　　یونہین رہیگا بادہ گسار کو ہوش کیا
مطرب کے ساتھہ اوسکو بھی آیا نہ ہوش کیا　　نغمہ ہی شب کو بہول گیا راہ گوش کیا
ملے ہمارے سنئے جو ہے زمزمہ کا شوق　　مرغان نغمہ سنج چمن کا خروش کیا
بیرنگی فلک سے ہین اہل زمان خموش　　بیٹھون ستان گل ہمہ تن ہوکے گوش کیا
کہولون زبان کو شمع کے مانند بزم مین　　بیٹھون چراغ کشتہ کی صورت خموش کیا
عاشق کا سر جدا ہوا تن سے بجا ہوا　　اس یار کا مقام تہا بالاے دوش کیا
کیون غم کرون بیاض محاسن کا اے خضاب　　پیری کے عیب کا نہین تو پردہ پوش کیا
محتاج قدردان کا نہین صاحب کمال　　درثمین کو آرزوے فریب گوش کیا

ہشکل بادۂ شفقی کا ہو رنگ مین
گل کیا ہے ابر خون تن گل کا جوش کیا

خوش حال خلق مین نظر آئے نہ اکمال
خوابیدہ بخت ہوتے ہین بیدار ہوش کیا

مفقود ہین کمال کے دعوے ہین بے حرج
گندم نمایان نکرین جو فروش کیا

تنزنگ سے بار کی کہہ لینگے دل کا راز
کہنچ کر کبھی نہ آئیگا وہ تا بہ گوش کیا

درویشی حباب مسلم ہو کس طرح
مانند موج آب ہے وہ خرقہ پوش کیا

نشۂ سے مئی کے دونون ادراک بڑہ گئی
تہی بیخودی ہی غازۂ رخسار ہوش کیا

اوس بت کے دل کو آہ کا عاشق کے غم نہین
پیکان کا زخم کہائیگا فولاد پوش کیا

سیر جنون کے قصد سے جا نکلے سوئے دشت
سچ ہے کہ بیخودان محبت کا ہوش کیا

ہم تہ نشین بحر گنہ ہین تو کیا ضرر
کشتی کو پار دیگا نہ رحمت کا جوش کیا

آوازۂ بلند ہوس نے کا معتبر
ہونٹ سے جو ہی ہو وہ تن کبادہ نوش کیا

دل اختلاط غم سے اوٹھاتا نہین جو ہاتھ
دونون ہین مرتبط صفت زلف دوش کیا

با بان عمر مین ہے سیہ کاریون کا شوق
اے بے خبر کہینگے تجہے اہل ہوش کیا

دولت مین سیکڑون ہین خطر جان ومال کے
سمجہے بستر تو نفس سے کم ہے یہ توش کیا

دیکہو ہمارے سینہ پہ تم داغ کی بہار
پہولون کی شاخ کیا سبد گلفروش کیا

سر سے گذر گیا ہے عرق انفعال کا
اب بہی نہ آئیگا کرم رحمت میں جوش کیا

کیون میرے پاؤن ٹوٹتے ہین سوئے ثواب
توڑیگا بیخودی کا قفس مرغ ہوش کیا

بلبل کے نالے کیون نہ سنے گل نے باغ مین
نسرین کے پہول پنبہ ہے بہر گوش کیا

روشن ہے بعد مرگ ہی دل مین چراغ داغ
تا صبح روز حشر ہوگا خموش کیا

دلدادہ ہون ہین سبز خطون کے جمال کا
سبزی نگاہ مین گل و ریحان کا جوش کیا

حاجت درا کی قافلۂ ہوش کو نہین
کم رنگ کی صدا سے ہو بیدار دوش کیا

مشکل ہے آب اشک سے درمان داغ دل
باران کریگا آتش گل کو خموش کیا

کیون سعی کسب رزق مین کرتے صاحب کمال
عیب ہنر کا حصر نہین مرد پوش کیا

[illegible]
رہ مین کہ [illegible] سے احمد کا دوش کیا

گستاخ دست شوق اگر وصل میں ہوا
سمجھو تمہیں کہ آج کی شب وصل ہوش کیا

کامل کے سر میں روز ازل سے ہے سوز عشق
رکھے گا سر کو وہ سر بالین ہوش کیا

صبح کو ہم یوں ہوئے یار سمن بر سے جدا
جسطرح شبنم ہو آغوش گل تر سے جدا

نار بستر نکلے ہی ہونگا نہ بستر سے جدا
ضعف ہوگا جان لیکر جسم لاغر سے جدا

شانہ کرسکتا ہیں صورت کو پیکر سے جدا
تا قیامت خم ہوگا زلف جوہر سے جدا

عمر گذر رہی ہے کہ ہوں اوس ماہ پیکر سے جدا
آسمان سے ہے جدا شکوہ مقدر سے جدا

مر کے میں بالعرض ہوں میخانہ کے در سے جدا
روح کب ہوگی حصار خط ساغر سے جدا

زیست میں کیا فکر ان داغوں کی ہوگی ہر طرف
ٹوٹ کر ہوتا ہے رشتہ سلک گوہر سے جدا

دو گھڑی کو گوش و گردن میں پہن لو تم اگر
خشک ہو کر بو نہ ہو پھولوں کے زیور سے جدا

باغبان کا خوف ہے بلبل پہ غالب اسقدر
بیٹھتی ہے سایہ شاخ گل تر سے جدا

ایک دن بھی ہو نہ گر جانان کو وصل اتصال
تا قیامت پھر نہ ہو مژگان کے نشتر سے جدا

یار نے پامال بیکسی ہماری بعد ذبح
کام دل حاصل ہوا تن سے جدا سر سے جدا

ہم قفس سے مر کے اب ہونگے جدا اے ہم صفیر
قوت پرواز کیوں ہوتی ہے تن پر سے جدا

ایک حالت ہے ہماری تیری اے مرغ قفس
تو جدا ہے باغ سے ہم کوئے دلبر سے جدا

اے صنم عشاق کے دل پر برستے ہیں خدنگ
تیری مژگان سے جدا چشم فسون گر سے جدا

کچھ خدا سے ہی بتوں کے باب میں کہتا مجھے
حشر میں ہیں صفوف اہل محشر سے جدا

قطرہ و دریا کو ہیں ہم ایک ہی شے جانتے
تو سفاہت سے سمجھ مشتق کو مصدر سے جدا

ایک تو جلتا ہے یوں ہی آتش فرقت سے دل
آگ برساتے ہیں انجم چرخ اخضر سے جدا

ہے دیا لاد دوش حمالوں کو میرا جسم زار
بار حسرت سے جدا عصیاں کی گٹھر سے جدا

ہے محال عقل تیری راستی اے کم نہاد
تو کتابت کیطرح ہے خط مسطر سے جدا

بے محل لکھا گیا اے دل حساب خط و خال
ثبت ہونا تھا رخ جاناں کے دفتر سے جدا

رزق کا غم متصدر رکھتا نہیں احباب کو
آسیا کو دیکھئے پھرتی ہے تیمر سے جدا

میرے شوق ذبح کا اعجاز - قاتل پوچھ لے
تیغ ابرو سے جدا مژگاں کے خنجر سے جدا

کون گوہر کی کریگا تربیت مثل صدف
کیوں ہوا اس عمر میں آغوش مادر سے جدا

کیوں نہ بیہوشی ہوئی باعث کروں اے گلرخو
مست ہوئے سب جدا تم نشۂ زر سے جدا

بنکے سنگ آستاں بیٹھے ہیں تیرے در پہ ہم
تا قیامت اے صنم ہونگے نہ اس در سے جدا

اک طرح کے زخم انکے چشم و ابرو کے نہیں
زخم ناوک شکل میں ہیں زخم خنجر سے جدا

رہ رہے حق میں گدا کے اہل دولت کا جوار
قبر ہو محتاج کی قبر تونگر سے جدا

ہجر کی شب میں گلا سرک مروت کا مجھے
گوش گردوں سے جدا ہے چشم اختر سے جدا

فقر کرتا ہے پریشاں اسطرح جمعیں
برگ ہوں اشجار کے جسطرح صرصر سے جدا

باکمال آئے نہ بکھی بزم عالم میں نظر
ماہ کو دیکھا ہے بستہ مہر انور سے جدا

نازنیں طبعوں نہ مدفن میں ہی لاکھوں من کا بار
سنگ تربت سے جدا پھولوں کی چادر سے جدا

یوں ادھیڑوں زخم دل میں اور وہ سیتا رہے
عمر بھر سوزن نہ ہو دست رفوگر سے جدا

کیوں نہ سر پٹکیگا کامل جسکے سر کو ہجر میں
درد سے رحمت جدا ہو بالش سر سے جدا

وقت نشاط خاطر ناشاد آگیا
اے مرگ مژدہ باد کہ جلاد آگیا

اظہار شوق کر نہ سکی گل سے عندلیب
گلچیں گیا تو باغ میں صیاد آگیا

بے اختیار آنکھ سے آنسو نکل پڑے
غربت میں جب دیار وطن یاد آگیا

موج ہوا سے قفل دہن کھولے نکل
اے عندلیب موسم قمر یاد آگیا

اے چرخ بھول جائیگا تو اپنی کجروی
جس دن وہ ترک برسر بیداد آگیا

اے دل شب وصال کی ہونے تو دے سحر
تو کیوں ابھی سے برسر فریاد آگیا

اک آسماں تارہ تھا نہ ہے اڑ کے خاک
اسکو بھی کیا سلیقۂ ایجاد آگیا

رکنا تھا آہ کا کہ بندھا آنسوؤں کا تار
رخصت ہوا جو سرو تو شمشاد آگیا

حساد کی سطر سے ملی لذت خدنگ
تلوار کھا کے زخم زباں یاد آگیا

چمکی جواں میں ارد کے جو برق طور
مجھکو کسکا چاند سا رخ یاد آگیا

اس شوق سے کرے ملک الموت قبض روح
بالین پہ جب وہ ستم ایجاد آگیا

گذرا خیال قبر بنایا اگر مکان
پہنا لباس نو تو کفن یاد آگیا

آئی صدا مزار سے میرے یہ وقت دفن
گھر میں مسافر عدم آباد آگیا

کچھ دیر بے تمیزوں کے حلقہ میں بیٹھ کر
کامل دہان گور مجھے یاد آگیا

کون صحرا ہے یہ صحرا کنہ ذات پاک کا
گم کیا ہے خضر نے جادہ رہ ادراک کا

کیا تصور گرم تھا اس روئے آتشناک کا
خشک پانی ہو گیا سر چشمۂ ادراک کا

کچھ غبار اٹھتا نظر آتا ہے میری خاک کا
آج شاید سر پھرا ہے گردش افلاک کا

چارہ کیا سوزن کریگی خاطر غمناک کا
بخیہ ناممکن ہے جیب آرزو کے چاک کا

مطلع خورشید ہر ذرہ ہے میری خاک کا
نور پھیلا ہے گریبان کفن کے چاک کا

خون کرتی ہے مسرت خاطر غمناک کا
زہر ہے میری طبیعت میں اثر تریاک کا

دیکھ پائے گر فروغ اس روئے آتشناک کا
شعلہ پیراہن بنے جسم میں خاشاک کا

آفریں شبنم کی ہمت پر کہ بے امید نفع
زخم دھوتی ہے گلوں کے سینۂ صد چاک کا

آگ میری ہڈیوں کو اے غم فرقت نہ دے
آسماں کو پھونک دیگا شعلہ اس خاشاک کا

شاہد گل کو چمن میں جا کے خلعت دے بہار
خار صحرا بار اٹھا سکتا نہیں پوشاک کا

کیوں مسقف چوب سے کرتے ہیں مری قبر کو
منھ چھپانے کیلیے کافی ہے پردہ خاک کا

صاحب اقبال ہیچ سمجھا جہاں میں کون صید
ہاتھ ہے میرے گلے پر یار کے فتراک کا

ایک دل بیٹھے کشادہ ہو کے یہ ممکن نہیں
تنگ اپنا دائرہ ہے گردش افلاک کا

ہجر ساقی میں اگر دم لوں ٹھہر کے دو نفس
آفتاب حشر ہو گرمی میں سایہ تاک کا

کیوں نہ شادی مرگ ہوں جوش طرب سے اے اجل
حلق ہے میرا اور خنجر اس بت سفاک کا

رہروؤں کی چشم پوشی نقشہائے پا سے پوچھ
ایک نے پکڑا نہ ہاتھ افتادگان خاک کا

دل میں پیدا عشق گیسو سے ہوئے مار سیاہ
زخم الفت زخم تھا کیا شانۂ ضحاک کا

فاتحہ آہستہ پڑھ رستہ دبے پیروں سے چل
عیش ہوتا ہے منغص خفتگان خاک کا

میری ہستی سے زمین بدنام تھی افلاک پر ڈھک گیا میرے فنا ہونے سے پردہ خاک کا

دیکھ کر ارمان دو جاتے ہیں تو آتے ہیں چار اک تماشا ہے پہلو میں ہو دل کی چاک کا

کیا صدف کے بطن میں بھی دفن ہو کوئی غریب رو کے گوہر ہے غبار آلود کس کی خاک کا

مر گیا ہمراہ دل کے عہد پیری میں دماغ اختلال ہوش سنتا ہے کس ادراک کا

لے رہے آتا ہوں تیرے گھر میں خاطر جمع رکھ دیکھلوں چندے تماشا گردش افلاک کا

ظلم سے انکار شاید حشر میں وہ مت کرے اسلئے بخیہ نہیں کرتا میں دل کے چاک کا

گردباد آئے تھے لٹ کے دشت میں عریاں بدن پیرہن ہم نے پہنایا انکو اپنی خاک کا

کشتہ تیغ اجا ہوں یہ مجلس ہے گواہ
میں نہیں مقتول قاتل گردش افلاک کا

دل کے ماتم میں اگر میں سوئے دریا دیکھتا موج کے بکھری ہوئی زلف چلیپا دیکھتا

التہاب اتنا ہے غم کا مجھے کرنا پسند فیض سحری بام گردون پر مسیحا دیکھتا

شکر کرتا ہوں کہ سوتا خاک میں عریان بدن کیا قلق ہوتا کفن جسپر دز سیلا دیکھتا

زندہ رہے اسا بی دنیا سے ہوں لے دور چرخ مر گیا ہوتا کفن جیدن مہیا دیکھتا

ہجر میں مایوس ہے اے دل ہو تو آ بیٹھتی کوئی تو میرے تڑپنے کا تماشا دیکھتا

انکی مرضی تھی کہ خوش ہوتا جلا کے دلکو میں ہو نکلتا خود انہیں دلکو خود تماشا دیکھتا

شام ہوتے پڑ رہا زنجیر در کی کرکے بند آنیوالا کوں تھا کس کا میں رستہ دیکھتا

ہم اسکو سر لوح میں اک حرف سمجھینگے قرآں کا الف اللہ کا ہو طول جس چاک گریباں کا

جنوں ہمراہ ہو کس طرح طغرا لوح ایمان کا کہ انگشت شہادت ہے الف چاک گریباں کا

جنوں میں بھی نہ چھوڑا ہمنے جادہ اہل ایماں کا نشان توحید حق کا تھا الف چاک گریباں کا

بیاباں گرد ہیں ہم پوچھنا کیا ساز و ساماں کا علم فوج جنوں کا ہے الف چاک گریباں کا

ہوا سرسبز کرتی ہے یہ موسم ابر باراں کا جنوں کیا خار صحرا ہے ان چاک گریباں کا

اگر انصاف کرتا کاٹ دست چرخ گرداں کا سیر دامن الف ہوتا مرے چاک گریباں کا

جنوں مہرِ منور نام ہے حسن قرصِ تاباں کا
وہ اک تبخالہ ہے مرے لب چاک گریباں کا

بہار آنے تو دے بن جائیگا در باغِ رضواں کا
یہ ہے طاقِ شکستہ لے جنوں چاک گریباں کا

یہی کوچہ بہشتِ دلکشا ہے اہل عرفاں کا
ازل سے اے جنوں دلدادہ ہوں چاک گریباں کا

ہمارا پیرہن کیا پیرہن تھا ماہ کنعاں کا
سرِ دامن سے گذرا قافلہ چاک گریباں کا

اگر گذرا خیال اس رہ سے اُس مہِ تاباں کا
بنیگا کہکشاں جادہ مرے چاک گریباں کا

یہی عالم اگر ہے وحشتِ دل بے سرِ داماں کا
فنا کر دیگا صدمہ دوری چاک گریباں کا

جنوں کیا کیا ہنسے گا دیکھ کر جادہ بیاباں کا
نہ پہونچا ہاتھ دامن تک مرے چاک گریباں کا

چلا ہے لیکے کون سر دا مجھے سیر بیاباں کا
گریباں ہاتھ میں دامن کے ہے چاک گریباں کا

بتا دے خضر یکدم راستہ بھی مرے داماں کا
جنوں نے ہاتھ پکڑا ہے اگر چاک گریباں کا

یہ کیا عادت ہے دست میں عزم کرتا ہوں بیاباں کا
الجھ پڑتا ہے دامن سے قدم چاک گریباں کا

جوانی لیگئی دل سے مزا سیر بیاباں کا
جنوں اب بند کر دے راستہ چاک گریباں کا

تدارک کچھ کرے دست جنوں وحشت کے دیواں کا
کھلا جاتا ہے شیرازہ مرے چاک گریباں کا

اگر دشمن نہ ہوتا دور گردوں حسرت داماں کا
نہ سنتا کوئی آوازہ مرے چاک گریباں کا

ہوائے فصل گل نے زور توڑا اماد طوفاں کا
جنوں لنگر اٹھائے کشتی چاک گریباں کا

نہ سمجھا جوش وحشت مرتبہ اس ردِ حیداں کا
مقامِ آغوشِ دل بنائے جنوں چاک گریباں کا

نہ اٹھے گا جنوں سے سر ہمارے بار احساں کا
گلوں کو پیرہن خلعت میں دے چاک گریباں کا

ادب کرتا ہے کیونکر ہاتھ میرا میرے داماں کا
کہ صحت یافتہ ہے اے جنوں چاک گریباں کا

جنوں میں قصد کیوں کرنے لگا سیر گلستاں کا
بہلا فتاں ہے خود دامن مرے چاک گریباں کا

ہمیں کیا حیثیت تو ہو شعبدہ اپنا دکھائیگی
عصائے دستِ موسیٰ ہے الف چاک گریباں کا

تماشا ہو گئی ہے کیوں مری دلدادگی یارب
کسی معشوق کا قد ہے الف چاک گریباں کا

جبراًمی کی ہی لیلوں تو اطمینان سے بیٹھوں
جنوں آخر تو رستہ کھل گیا چاک گریباں کا

دکھا دے جس آما جوش وحشت خود ہی تو دیکھے
دکھاتا ہوں جنوں کو آئنہ چاک گریباں کا

لیسد آیا کچھ ایسا آفتاب صبح محشر کو
سرِ دیواں لکھا مطلع مرے چاک گریباں کا

جنوں کہا آپ تو نے دی تسلی بیکانِ محبت کو ۔ جگر کا زخم کچھ ہمشکل ہے چاک گریباں کا

جنوں اپنی جگہ چھوڑے خلاف عقل ہے ہمدم ۔ کہ یہ نقش قدم ہے کوچۂ چاک گریباں کا

نشیمن کیلئے مرغ جنوں کو موسم گل میں ۔ پسند آیا قفس عشاق کو چاک گریباں کا

خوش آئے کیوں نہ صورت حلقۂ چشم غزالاں کی ۔ کہ یہ ہمشکل ہے معشوق کے چاک گریباں کا

نہ گھبرا فصل گل دو چار دن میں آنیوالی ہے ۔ جوا سے چرخ دو دن کا صبح کے چاک گریباں کا

جنوں کہدے ادھر کشتی نہ لائے آسمان اپنی ۔ کہ طوفان خیز ہے چشمہ مرے چاک گریباں کا

ہم اپنے عالم وحشت کی دکھلاتے اگر وسعت ۔ فلک ہوتا طو خانہ مرے چاک گریباں کا

کھلے گا جب کھلے لے جوش وحشت آج ہی کل تب ۔ کلید بوئے گل سے قفل اس چاک گریباں کا

یہاں تک کھینچ کے لایا تو ہوں اے وحشت خاطر ۔ مگر دامن پہ دھبہ لگ گیا چاک گریباں کا

بنے گی خوب مل بیٹھیں گلوں کے پاس گلشن میں ۔ ہمیں تردامنی کا غم انہیں چاک گریباں کا

کدھر ہیں دھجیاں تیرا ہمنشیں کچھ اور رہا میں کر ۔ فلک بخیہ کریگا جسم کے چاک گریباں کا

مرے دامن کی تونے اے جنوں کیا رسوائی کی ۔ بنایا تھا اسے تکیہ سر چاک گریباں کا

جنوں جس حد پہ مجھکو رہنے دیا میں نے اسی حد پر ۔ مجھے مطلوب آوارہ نہ تھا چاک گریباں کا

عدم کے خواب سے کہولیں جو آنکھیں آ کے ہستی میں ۔ فلک نے پہلے سہو دیکھا مرے چاک گریباں کا

ہمارا ہاتھ کیونکر اے صبا تا سینہ پہونچیگا ۔ مزہ لوٹے گی تو اس صبح کی چاک گریباں کا

اگر تم دل ہی سے ہاتھ کھینچے میرے سینے پر ۔ دم عیسیٰ نفس ہوتا مرے چاک گریباں کا

خبر تونے نہ لی کیا کیا جفائیں بخیہ گر نے کیں ۔ گلا بیجا نہیں دست جنوں چاک گریباں کا

جنوں جیسا کہ دست بخیہ گر کا رخ کیا اسنے ۔ نہ دیکھا ہمنے اس دن سے پھر چاک گریباں کا

خوشی سے کون ہوتا ہے شریک رنج دنیا میں ۔ ہمشکل سایۂ دامن نے دیا ساتھ چاک گریباں کا

ہلال عید اے چرخ اب دیکھا تو کیا دیکھا ۔ جنوں میں دیکھا عالم مرے چاک گریباں کا

عجب ہے حسن میں ہے اے شمع بھر پائی ہے ۔ نہ صدمہ چاک دامن کا نہ غم چاک گریباں کا

جنوں اچھلا ہوا میں باغ کی جانب نہ صبا نکلا ۔ صدا آغوش گل کرنے مرے چاک گریباں کا

ترا امید خدنگ چرخ اسکا نسخۂ وحشت ۔ کریگا زخم دل تو ساما چاک گریباں

ہمارے پاس آنے بخیہ گر کا دم نکلتا ہے
نفس رفوگری کا ہی جو تار ہے چاک گریباں کا

نشاں باقی ہیں اک تار کا بھی جیب و دامن میں
جنوں اب حل ہوا عقدہ مرے چاک گریباں کا

مجھے دیوانگی میں تیرے سے معذور رکھ ساقی
خمار بادہ ہوگا پردہ در چاک گریباں کا

اگر منظور ہو مٹنا اٹھانی وحشت لکی
جنوں تا نوبت حاضر ہو مرے چاک گریباں کا

کسی نے ہی ہمارے پیرہن کی رخنہ دانی کی
ہمیں نے لے جنوں خلعت دیا چاک گریباں کا

ہمارے سر سحابہ کیلئے صحرا میں کانی ہے
سراپردہ غبار کوچہ چاک گریباں کا

تکلف عقل کرتی ہے اگر تیری اطاعت میں
دکھا دے اے جنوں فرماں مرے چاک گریباں کا

نہ پیراہن رہا باقی رہیں اے عالم وحشت
نشان بے نشانی رہ گیا چاک گریباں کا

صبا تجا لے رستہ میں اگر دست جنوں تجھکو
سلام شوق کہدینا مرے چاک گریباں کا

گل تر قطرۂ شبنم کو رخصت کیوں کیا تو نے
ہوا خواہ دلی تھا وہ مرے چاک گریباں کا

فروغ اس شمع کا سیل جنوں میں گو نہیں باقی
مگر پروانہ ہے دست جنوں چاک گریباں کا

بہل جاتا ہے دل کیا ہی غمگین ہو بہار آکر
رہے آباد ویرانہ مرے چاک گریباں کا

جنوں یاروں نے کیا کیا رنگ بدلا موسم گل میں
وہی ہم ہیں وہی وحشت کدہ چاک گریباں کا

جنوں حسرت میں بیٹھا ہے مری میت کے بالیں پہ
مجھے روئے کہ وہ ماتم کرے چاک گریباں کا

جھلک کیونکر مری تربت کو تنہا چھوڑ دے ابدل
وہی لو ایک ماتم دار ہے چاک گریباں کا

نہ روکا اب اگر اے جوش وحشت میرے ناخنوں کو
مجھے دیوانہ کردیگا مزہ چاک گریباں کا

ذرا سی بات تھی کیا شہرہ ہوا اسکا وحشت نے
گلی کوچوں میں چرچا ہے مرے چاک گریباں کا

سر دامن سے ملنے کا اُسے دوں مشورہ کیونکر
جنوں میں دوست ہوں دشمن نہیں چاک گریباں کا

سفر میں جا کے خط بھیجے اگر دست جنوں ہمکو
پتہ لکھے ہمارے کوچہ چاک گریباں کا

جنوں ہر وقت کی تکرار سے مجھکو یہ کھٹکا ہے
الجھ کر تار سینہ کھلوا نہ دے چاک گریباں کا

اجازت عقل سے لیکر جنوں ہم اٹھ کھڑے ہونگے
ملا جیب و زر رہبر کوچہ چاک گریباں کا

شب فرقت یہ احسان کم نہیں ہے اے جنوں تیرا
خراش قلب کو ناخن دیا چاک گریباں کا

نگاہ شوق کردی راہ پیراہن میں اس بت کے
جہاں تک دسترس تھا اے جنوں چاک گریباں کا

تجھے کچھ صبر ہے مینا اور پند محتسب سنتا
جنوں تیرے سے شیشہ توڑتا چاک گریباں کا

اگر دست جنوں اے ہمنشیں خود صلح کر لیتا
قدم کیوں بیچ میں آتا مرے چاک گریباں کا

ادھر خط نظر نکلا کسی کی آنکھ سے باہر
اُدھر آنچل نے پردہ کر لیا چاک گریباں کا

بڑی دقت سے برسوں میں یہ فن ہمنے سکھایا ہے
جنوں کا ہاتھ تھا ناآشنا چاک گریباں کا

غضب میں جان ڈالی اپنے ہاتھوں دوستو میں نے
جنوں کے ہاتھ کیوں سودا کیا چاک گریباں کا

نہ نکھرے گا اگر دست جنوں کامل خوشی اسکی
ہمیں دکھلا دینگے سینہ پر الف چاک گریباں کا

یہ نو کا مصور کون تھا افلاک پر کامل
یہ آدھا نقش کیسا یار کے چاک گریباں کا

سر سے جا سکتا نہیں مرکے بھی سودائے نجف
دل کے پیمانہ میں ہے بادہ صہبائے نجف

ایک اک ذرہ میں ہے مہر مبیں کی طلعت
حبذا رہگذر آئینہ سیمائے نجف

کہ نہیں وادی ایمن سے شرف اس بہ زمیں
خلع نعلین کرا سے بادیہ پیمائے نجف

سرکہ بنجاتی ہے روضے کی قریب آکے شراب
بارک اللہ رہے سطوت دارائے نجف

دفن تربت میں نہ ہوتے شہ لولاک اگر
پھر یہ تھی کوئی زمیں خلق میں یکتائے نجف

قبہ قبر ید اللہ کا یہ نو ہے سپہر
گلشن خلد ہے تصویر سراپائے نجف

بادہ خلد کا رضوان کو مبارک ہو خمار
بس ہے مومن کے لئے نشۂ صہبائے نجف

لیچل اے بخت رسا کعبہ مقصد کی طرف
مردم چشم ہے مشتاق تماشائے نجف

دل کہاں تجھکو جگہ اے ہوس باغ بہشت
دیکھے آغوش میں ہے خار تمنائے نجف

دردمندان محبت کی خبر لیتا ہے
مصدر رحم ہے والله مسیحائے نجف

چشم غلمان ہیں نرگس شہلا کے ہیں پھول
عارض حور ہیں ما لالہ حمرائے نجف

عرش سے آئے ہیں طوف در حیدرؑ کے لئے
ساکنان حرم قدس ہیں شیدائے نجف

وہ ہوا اور وہ سبزہ کی لہک چار طرف
تازگی میں چمن خلد ہے صحرائے نجف

باغ جنت کا نمونہ ہے جہاں میں کامل
حرم محترم اشرف و اعلائے نجف

یہ دل کبھی ہی کا گل یار ایک نہ ایک
اڑ کے اس دام میں آتا ہی شکار ایک نہ ایک

آہی نکلے گا یہ لالہ عذار ایک نہ ایک
دلکو لیجائیگا پہلو سے نگار ایک نہ ایک

دل غمگین کو بھی کرتا ہی نگار ایک نہ ایک
گل شرمردہ سے ہی کہتا ہی خار ایک نہ ایک

دل بیتاب غم ہجر سے اتنا نہ تڑپ
کہ نکل آئیگا پہلو سے قرار ایک نہ ایک

بے سبب شمع کی صورت نہیں تا صبح روشن
دل ہی سوختہ جان پہ خیار ایک نہ ایک

رنگ ہر روز بدلتے ہو بنا وقت وداع
داغ دکھاتے ہو ہر روز نگار ایک نہ ایک

خشک ہو جانے سے غمگین نہ ہو اے کشت امید
دُر فشاں آئیگا پھر ابر بہار ایک نہ ایک

چھیڑ ہر رفر کی اچھی نہیں ہوتی مطرب
دیکھنا اُلجھے گا مضراب سے تار ایک نہ ایک

منزلت خاک کی بھی کرتے ہیں کرنے والے
ہم فقیروں کا بڑھاتا ہی وقار ایک نہ ایک

نہ سمجھا ناز کے جب وہ گل رعنا نکلا
جاں پہ کھیل گیا سینہ فگار ایک نہ ایک

کام کیوں قتل کا عشاق کے دے اختیار
اپنے سر دن سے ٹھہریگا سزاوار ایک نہ ایک

حرف بے اصل سے خوش ہوتے ہیں دنیا میں جبین
جھوٹ ہی کہدے خبر نامہ نگار ایک نہ ایک

غم و اندوہ سے خالی نہ رہیگا سینہ
دیکھیے آئیگا داغوں کی بہار ایک نہ ایک

راہ گم کر کے نظر کی جو خدا کی جانب
رہنما مل ہی گیا آخر کار ایک نہ ایک

تربیت کرنیکا دنیا میں یہ ملتا ہے ثمر
شاخ کے سر کو جھکا جاتا ہے بار ایک نہ ایک

وار ابروے بتان کا نہیں خالی جاتا
ذبح اس تیغ سے ہوتا ہی شکار ایک نہ ایک

کام آئیگا اگر آبلے سینے کے بھرے
دل کے پہلو میں پڑا رہتا ہے خار ایک نہ ایک

میرے مرنے کی سہی ہوگی نہ گو لوگوں کو خبر
آئیگا خاک بسر سوئے مزار ایک نہ ایک

رات کو قیس تھا پھر پریشاں دن کو
روئے جاناں کا رہا آئینہ دار ایک نہ ایک

رتبہ ہاتھ آتا ہے دشت نوردی میں بھی
آنکھیں تلووں سے ملا کرتا ہے خار ایک نہ ایک

دیکھ لے یار دگر غور سے اے دست جنوں
رہ گیا ہوگا گریبان میں تار ایک نہ ایک

نہ رہا لاکھ اس شوق کے گمسو ہونے
دام کے نیچے تڑپتا ہے شکار ایک نہ ایک

شکنیں زلف بتان کی ہیں دلوں کو شطرنج
آئے ان خانوں میں کھا جاتا ہی مار ایک نہ ایک

شمع کشتہ ہیں یہ انجم شب ہجراں کو سمجھو / بجھ کے ہی دل کا نہ لے گا تجارا ایک نہ ایک
روز دم توڑتی ہے کوئی نہ کوئی حسرت / دل کے ویرانہ میں مرتا ہے مرا ایک نہ ایک
درد کا کھیل جو بگڑا تو ہوا غم کی نبدھی / کشور دل میں رہا بر سر کار ایک نہ ایک
رنگ بھر درد کا داغوں میں جگہ سے اے دل / اس گلستاں کی یہی دیکھیے گا بہار ایک نہ ایک

حیرت انگیز ہے عالم کا مرقع کامل
نظر آتا ہے نیا نقش و نگار ایک نہ ایک

روشنی صبح کی گلزار میں ہے غازہ گل / خط اسفل ہی سر رشتہ شیرازہ گل
دل غم عشق سے ہے شاخ نو تازہ گل / داغ ہر سینہ بلبل میں ہے اندازہ گل
خار میں نہیں تری دست سے ہم آوازہ گل / دست امکاں سے گویا چمن غازہ گل
حسن میں ہو گئے نہ تمہارے ہم آوازہ گل / منہ پہ خار رو کے ملے لاکھ حنا غازہ گل
چھو لیا آکے جو شبنم نے رخ تازہ گل / پاسباں کوئی نہ تھا کیا سر دروازہ گل
بند ہو کر نہ کھلا باغ میں دروازہ گل / بار دیگر نہ بندھا ٹوٹ کے شیرازہ گل
جمع اوراق کی تھی ہم کو صبا سے امید / اور پاشیدہ ہوا صبح کو شیرازہ گل
نامور گوشہ نشین ہوتے ہیں بے رنج سفر / باغ سے آکے ہوا لیکچی آوازہ گل
کس نے عارض سے گلستاں میں نقاب الٹی تھی / خار ہے چشم غزال میں رخ تازہ گل
دل ہمارا غم الفت کا گر سینہ جو ہوا / در ہم داغ سے گل کھائے ہمارا گل
کیوں ہوا کرتی ہے آکے ورق گردانی / ٹوٹ جائے نہ کہیں سحر میں شیرازہ گل
دسترس ہو تو صبا سہرا جہاں تاب سے لیں / رشتہ خط شعاعی لیے شیرازہ گل
نغمہ عشق کا بلبل کے خزاں میں ہے چرچا / تیہر داغ جگر نہیں مگر آوازہ گل
ہو گئی صحبت گل میں ادب آموز حمار / شاخ کو یہی نہ [illegible]
صبح کو بڑھ گئی سو حصہ چمن کی رونق / سرخی چہرہ خورشید [illegible] گل
دیکھ کہتے ہیں اسے ہمت عالی اے دوست / نہ ہوا بند کھلا جب کہ دروازہ گل
دنکے چڑھ سے ہی متفق ہو گئے سارے اختر / کیا بند [illegible]

باغ کا نام خزاں میں نہیں لیتا کوئی
سر کیا جلد ہوئی آتش آوازۂ گل

اشک خوں ہیں بشمار قطرات باراں
داغ سینہ میں ہیں کثرت سے باندازۂ گل

سیر گلشن میں غم ظلمت شب ہمکو نہیں
آتش وادی ایمن ہے رخ تازۂ گل

باغباں کچھ تجھے معلوم ہے کون رویا کی
رات بھر بیٹھ کے شبنم سر دروازۂ گل

لیگئی رونق گل سوئے فلک شبنم باغ
کیا یہ قطرہ تھا حدی خواں پئے جمازۂ گل

کر دئے چاک ہواؤں نے پریشاں اوراق
آسماں جوش نہ ہوا ماند کیے شیرازۂ گل

منقبض ہو کے نہ غنچہ کی طرح بزم میں بیٹھ
تازہ روئی سے بڑھا خلق میں آوازۂ گل

سبزہ آداب تعارف سے ہے بیگانہ نہ ہو
رکھے گلزار میں دروازہ بدروازۂ گل

دامن دشت میں کانٹا ہے کہ تجسس کرتا
کان تک خار کے پہونچا نہیں آوازۂ گل

بکھڑی ایک گل باغ کے تھا سارا باغ
جا کے گلشن میں کہا جنے جو اندازۂ گل

کام بگڑا ہوا بنتا ہے نوید ن بستا ہے
نقش غنچہ کا بنا صبح کو دروازۂ گل

گلشن فکر سے کامل یہ ثمر ہمکو ملا
نکلا خط نکہ رستہ شیرازۂ گل

دریا بہے جو سینہ سے اٹھے غبار دل
ہے سیل آب آئینہ میرا غبار دل

یاد آ گئی چمن میں ہو چکی بہار دل
آغوش گل کو دیکھ کے سمجھا کنار دل

سیلاب اشک آنکھوں سے ہے ناحصار دل
پوشیدہ ہے یہ آب سے ہے راہ دیار دل

پہونچا قریب وقت وداع بہار دل
نالاں ہے عندلیب سر شاخسار دل

کیا چاہتا ہے سینہ میں اب اے فگار دل
پیکان غم نے رہنے کو پایا جوار دل

سینے کی ہڈیوں کو ہے ذوق فشار دل
ہوگا تباہ ایک دن انہوں سے کار دل

لوٹیگی چشم یار ہمارا دیار دل
ہے آج روز معرکہ گیرودار دل

کاٹا ہوئی ہیں سو کہہ کے موجیں کنار دل
لب تشنہ کس کے وصل کی ہے جویبار دل

ابتر ہوا نشاط کی آتے ہی کار دل
شاید ہوائے عیش نہیں سازگار دل

کر اس معاملہ میں نہ کرائے نگار دل
ناوک نہ ہونگے سینہ میں صحت برد دل

تھا ساتھ ساتھ تابِ تواں کے قرارِ دل
اب وہ عناں رہی نہ کفِ اختیارِ دل

دل ہے نہ اب وہ داغ جو تھے غمگسارِ دل
دیکھ اے جگر تباہ ہے انجامِ کارِ دل

ہیجان ہوئی امید سرِ جوئبارِ دل
ڈوبی ہماری کشتیٔ حسرت کنارِ دل

آئے ہیں وہ تو آئیں سوئے مرغزارِ دل
ناوک کی راہ دیکھ رہا ہے شکارِ دل

چھوڑا نہ ایک داغ کوئی یادگارِ دل
آیا تھا کون لوٹنے سوئے دیارِ دل

کیا خاک التیام پہ آئے فگارِ دل
جب دوسرے کے ہاتھ میں ہو اختیارِ دل

جاتے ہوئے کام ہی کر دو نہ کارِ دل
کیوں نیم کشتہ چھوڑ کے جاؤ شکارِ دل

آتی ہے آج میری طرف یادِ روئے دوست
تا آسمان بلند ہوا ہے رہ گزارِ دل

دی فوجِ غم کو زحمتِ تسخیر ان نے کیوں
خود آ کے لوٹ لیگئے ہوتے دیارِ دل

سینہ میں حسرتوں کو جگہ ہم نے دی نہیں
کھینچا ہی آرزو کو بالائے دارِ دل

کشتہ کسی کی زہرِ نگہ کا تو دل نہ تھا
کیوں نیلگوں ہے شعلۂ شمعِ مزارِ دل

دونوں کا بچنا دستِ قضا سے نہ ہو سکا
اک جیبِ گل بھی ایک تھا انگارِ دل

تیر سپیدیٔ سحرِ غم ہوں ڈھونڈھتا
بالا ہے آرزوؤں نے سینے میں بارِ دل

میرے نہ گھر چراغِ مہِ حسن ہے نہیں سہی
روشن ہیں شمعِ داغ سے شبہائے تارِ دل

دوست سے مالِ ستوں کی امید ہے مجھے
پروا نہ بعد ذبح کریگا شکارِ دل

تسبیحِ غم کا سینہ میں کھٹکا ہوا ہے جب
باندھا ہے اٹھ کے دردِ جگر نے حصارِ دل

کرتی ازل میں روح نہ تنہا راستہ میل
ہوتا اگر نہ جامۂ ہستی میں تارِ دل

اللہ رے آرزوؤں کے چلنے کا اشتیاق
بستر لگائے بیٹھے ہیں رہگزارِ دل

مژگاں کا تیر لیس تو کر لو دمِ شکار
کیا کوئی کھیل سمجھے ہو آخر شکارِ دل

کامل کہوں میں اس سے جو ملتا ہیں راہ میں
یار دگر نہ کھیلنے آئے شکارِ دل

صاف آئینہ صفت رہتے ہیں اغیار سے ہم
خار کھاتے نہیں بلبل کی طرح خار سے ہم

کاش کرتے نہ سفر کوچۂ دلدار سے ہم
دب کے رہ جاتے وہیں سایۂ دیوار سے ہم

کیون لگاوٹ نہ کرین ابروی خمدار سے ہم
معرکہ جیتین گے اکدن اسی تلوار سے ہم

تنگ آئے ہین بہت حسرت دمدار سے ہم
اب جو بھیجے تو نہ اٹھینگے دیوار سے ہم

بیٹھے بیٹھے جاتی ہے کیا گھبراہٹ
آنکھ ایک نظر دیکھ تو لین یار سے ہم

سر تو زندہ ہوئے ہم یہ سمجھا دلمین
دو ستو نکلے گر عشق کے آزار سے ہم

ہاتھ چڑھتے نہ دل جسپر طبیعت رکیا
تحلہ پاکے ہی لیٹے نہ کبھی یار سے ہم

مرغ بسمل کیطرح اے رگ جان اب پھڑک
جلکے ملتے ہیں گلے خنجر خونخوار سے ہم

کوئی پوچھے تو کہ جاتی کی ضرورت کیا تھی
جنس غم لیکے پھرے عشق کے بازار سے ہم

پس دیوار فغان کرنیسے حاصل یہ ہوا
گر گئے اشک کیصورت نظر یار سے ہم

آپ چمکائے دانتونکی چمک سے بجلی
ابر کا کام کرین چشم گہر بار سے ہم

رگ جان شوق شہادت مین پھڑکتی ہے بہت
کیا کرین آپ گلا کاٹ لین تلوار سے ہم

یار کی آنکھ پہ دلکو نہین آنے دیتے
دور ہی رکھتے ہین بیمار کو بیمار سے ہم

اور اٹھلا کے چلے سر گلستان چلئے
پس گئے مثل حنا آپکی رفتار سے ہم

یار کو سینے سے لپٹا کے سحر تک سوئے
آج محظوظ ہوئے طالع بیدار سے ہم

عرض کرتے ہوئے مطلب کو لرزتی ہے زبان
خود سمجھ جائے محبوب ہین اظہار سے ہم

کبھی چیتم ترحم سے کسی دن تو نگاہ
روز سر پیٹتے ہین کھڑے در پہ گنہگار سے ہم

وصف کرتے ہین جو ہم عارض رنگین کا رقم
پھول کو پھول کیطرح جھٹکتے ہین منقار سے ہم

طلعت حسن میں دن ماہ دو ہفتہ سے مثال
سخت شرمندہ ہوئے یار کے رخسار سے ہم

دام سے گیسوی جانان کی رہائی تو یہ
رہ گئی گی ہی کہ نکلے دہن مار سے ہم

خوش نصیب آئی ہین شیخ و برہمن کی نگاہ
شرمون بہاگتے ہین سبحہ و زنار سے ہم

ہو گیا وصف رخ یار کا جسدن موزون
صفحۂ گل پہ لکھین گے خط گلزار سے ہم

سمجھ مند تو سننا ہی نہین یہہ دل زار
کیا کہین دام محبت کے گرفتار سے ہم

زخم شمشیر محبت کا ہے سینا منظور
مانگنے جا ئینگے رشتہ نگہ یار سے ہم

ایک بوسہ کی طلب کرنیمین نقصان ہی کیا
کچھ تو بیعانہ ہی لین دلکے خریدار سے ہم

خضر کے مانند خواہان زندگانی کا نہیں — اے اجل تشنہ ہن اس دریا کے پانی کا نہیں

قید ہو کر لطف عمر جاودانی کا نہیں — حظ تمہین اے خضر اپنی زندگانی کا نہیں

مشتری کوئی یہان جنس معانی کا نہیں — ایک بھی گاہک متاع نکتہ دانی کا نہیں

سن ابھی کم ہے نہ کہولو رخ روشن سے نقاب — آئینہ صورت نما حسن جوانی کا نہیں

کیون اوترتا ہے ہمارے قلزم مواج مین — آشنا اے دوست تو بحر معانی کا نہیں

اک نظر صورت دکہا کر کیجیے مجھسے حجاب — یون مزہ اے بندہ پرور لنترانی کا نہیں

دید یوسف کا فقط طالب ہون اے بازار مصر — غم مجھے قیمت کی ارزانی گرانی کا نہیں

مارغ معنی ہے سخن میرا سمجھکر اسکو دیکھ — یہ جریدہ ہمنشین ارژنگ مانی کا نہیں

درد کو ہمراہ کیون لاتا ہے دلبر وہ ڈہنگ — کیا سلیقہ جو اوسے راحت رسانی کا نہیں

دیکھکر لبریز خون کیا مانگتے ہو مجھسے تم — دل ہے یہ ساغر شراب ارغوانی کا نہیں

کیون ہمارے دل مین آکر آرزوئین پیر گئین — یہ سرائے حسن ہے گہر شلوانی کا نہیں

آج تو ہی اے جگر سیخ نفس پر ہو کباب — کوئی سامان درد دل کی مہمانی کا نہیں

پا برہنہ ہو کے موسیٰ آگ لینے کو بڑہے ہین — وادی ایمن ہے یہ صحرا شبانی کا نہیں

ربط رکھنا اب حسینون سے ہی کامل بے محل
شور و شر کے دن گئے موسم جوانی کا نہین

ہمکو ہوائے سلطنت ملک جم نہیں — جہاڑی زمین بساط سلیمان سے کم نہیں

خواہان گدا سے درج کے عالی ہمم نہیں — محتاج نصد کے رگ گل پہ کرم نہیں

ہم میکشونکو ضیق معیشت کا غم نہیں — کیف شراب نشہ دولت سے کم نہیں

بیم فنا و خوف زوال نعم نہیں — گیتی ہو منقلب تو فقیرون کو غم نہیں

ہر وقت دل کو رنج زبان کا الم نہیں — کاغذ سیاہ بخت مثال قلم نہیں

ہمکو خدا کی یاد کہ عشق صنم نہیں — دل کیا نہیں ہے دیر نہیں یا حرم نہیں

اوٹھنے کا انگلیون کے سہ لو کو غم نہیں — معیوب قامت متواضع کا خم نہیں

رد سوال عادت اہل کرم نہیں — کوئی جواب لا کا سوائے نعم نہیں

سلطان کے دل کو درد رعیت کا غم نہیں ۔ سو بار وہ اضطراب ہے موج کے ہم نہیں

بے غم کے لطف زیست ہمیں ایک دم نہیں ۔ کیونکر وہ خوش ہیں جنکو زمانہ میں غم نہیں

شادی نہیں کہ بعد فنا رنج و غم نہیں ۔ ہستی میں کیا ہے جو کہ میان عدم نہیں

ہم غم کشوں کے دل کو گران بار غم نہیں ۔ دستار سر کا پھول ہے کوہ الم نہیں

مجلس کے لوگ اودھر گئے اگر تو غم نہیں ۔ اے دل نشاط شمع کو پروانہ کم نہیں

گنجائش قیام یہان ایک دم نہیں ۔ مہلت اجل نے جو تجھے دی ہے وہ کم نہیں

ہمکو ہوائے کعبہ و شوق حرم نہیں ۔ فخر بلند دوست کا دونون سے کم نہیں

گم کردگان راہ کی جو رہبری کرے ۔ کشتی نجات کی ہے وہ نقش قدم نہیں

بیگانہ ہے وہ دوست نہو جو امین راز ۔ دل ہی وہ کیا کہ محرم اسرار غم نہیں

سایہ کے چھوٹ جانے سے رہرو ہیں کیوں ملول ۔ کیا اونکے ساتھ راہ میں نقش قدم نہیں

دشمن سے اتحاد کرون گا نہ آشکار ۔ میرے جگر کا زخم شگاف قلم نہیں

یوسف نے بک کے مصر میں پائی ہو ل یہ متاع ۔ ارزان دوکان دہر میں جنس الم نہیں

مجھ ناتوان کی تشنہ خون کیوں ہے تیغ یار ۔ نشتر سے پوچھ لو کہ رگ جاں میں دم نہیں

کرتی ہے سہل سختی دنیا کو احتیاج ۔ پتھر سی شے گرسنہ کو بار شکم نہیں

ہوں استخوان تن سمن اندام ونکے نہ پیس ۔ اے قیس بہ تلافی ناز و نعم نہیں

کیا چشم مست یار کی دیکھی ہیں شوخیان ۔ صحرا میں کیوں غزال کو یارائے رم نہیں

کمزور کے خلاف کا ہو کیا قوی کو غم ۔ اوسکی کجی کمان کمانی سے کم نہیں

سر حلقہ انجمن کا ہوں اپنے زری میں ہی ۔ وہ صفر ہون کہ جس پہ مقدم رقم نہیں

دشمن کے ساتھ رہنے سے اوسکو سمجھ نہ دوست ۔ بے مصلحت کے گرگ رفیق غنم نہیں

مجلس میں قطع کرتے ہیں کیوں لب سے صدور جرم ۔ سر شمع انجمن کا زبان قلم نہیں

دیکھے گا سیر ہر گذر دہر تھوڑی دیر ۔ جادہ نے آنکھ کھولی ہے نقش قدم نہیں

کس قہر کی ہے گرم زمین چشم شوق کی ۔ دریا بھرا ہے آنسوؤنکا اور نم نہیں

کیا یاد ہے تجھے راہروان طریق عشق ۔ دیکھا تو نقش پے سر نقش قدم نہیں

[illegible] غنی دشت کی گیاہ
قانع کے سر پہ منت اہل کرم نہیں

[illegible] ندر پڑھی تو کیا
طاعت ہماری مایۂ ناز حرم نہیں

دل تنگ [illegible] غضب سے نعیم کے
بے رعد و برق ابر سے چشم کرم نہیں

[illegible] کرتے ہیں کیوں اسقدر خفا
آخر وہی تو رہبر ملک عدم نہیں

روشن ہیں کیوں جنازہ کے ہمراہ مشعلیں
نا آشنائے راہ ہمارا قدم نہیں

کس راستہ سے گھس گیا آئینہ کا عکس
جادہ نہیں علامت نقش قدم نہیں

کامل خوشی ہے دلکی تو پی لینگے جام صبر
گو جام صبر زہر کے ساغر سے کم نہیں

گذرے کسی کے دلپہ گراں وہ ہوس نہیں
میلا ہو جس سے آئینہ ایسا نفس نہیں

تنہا حباب اہل فنا بے نفس نہیں
ریگ رواں کے قافلہ میں بھی جرس نہیں

سینہ میں بھری جھجری کی ہمکو ہوس نہیں
تو اے نشاط رخنۂ تار نفس نہیں

شاہاں گدا کو ذرہ غنی کی ہوس نہیں
عنقا کے آستانہ پہ جائے مگس نہیں

دلپر ہمارے زنگ ہوا و ہوس نہیں
بہہ جوان زیر سایۂ بال مگس نہیں

خواہش بلند ہونیکی مانند خس نہیں
رفعت کی ہمکو بال ہوا سے ہوس نہیں

فرقت میں دم کے آمد و شد کی ہوس نہیں
نازک گلے کا حق ہے یہ خط نفس نہیں

نشتر سے رواں ہیں لخت جگر پیش و پس نہیں
دریائے خوں کی موج ہے زیر نفس نہیں

کوتاہ طول قید سے دست ہوس نہیں
پردہ ہے چشم شوق کا مہر النفس نہیں

بلبل کو سیر باغ دکھاتا ہے قید میں
شیشہ ہے دور میں کا شگاف قفس نہیں

نعمت بھی اعتدال کی حد میں پسند ہے
عمر مسیح و خضر کی ہمکو ہوس نہیں

کس قدر کا ہے جہاں میں رواں کاروان عمر
آواز نفخ صور ہے بانگ جرس نہیں

معلوم ہی نہو گا کب آیا میں کب گیا
وہ کاروان ہوں جسمیں صدائے جرس نہیں

دل کیا کرے جو سینے میں ہوں نقد داغ کم
وزدان خانگی کا نگہبان عسس نہیں

ٹوٹے ہوئے پروں کی کروں کیوں نہ احتیاط
آباد اک مجھی سے تو میرا قفس نہیں

شکل قفس کی تیلیون کا ہیو کمنا تھا کیا
صیاد عندلیب کے نالون میں جس نہیں

وابستہ نگاہ کسیکی ہے اوسکی زیست
رشتہ حیات اہل فنا کا نفس نہیں

اے دود آہ آج تو کچھ ہو گیا یقین
اب تک ہم آسمانون کو سنتے ہوس نہیں

لیتے فقیر حال غضب مین غنی سے کیا
لب پر تو ہے گرم کے حا[illegible]

اوس وقت میں ہون گرم رہ منزل فنا
جس مین تڑپ ہے بسمل کی پروا جرس نہیں

ہے خوان روزگار یہ بے نعمتون کا قحط
دل تنگ عنکبوت کے گھر مین مگس نہیں

تو نے یہ غم دیا ہے اوسے اے ہوائے باغ
کیون سرخ ہے جو آنکھ مین لالہ کے خس نہیں

گر مصل ہون سعف کے گا ہے سر رہ مین
صحرا کا گرد باد ہے میرا قفس نہین

جز رنج راہ راحت منزل نہیں نصیب
مین گرد کاروان ہون صدائے جرس نہیں

بے جا ہے دم کی آمد و شد کا تجھے نشاط
آواز تار چنگ صدائے نفس نہیں

یوسف کو قید مصر کا ہے کاروان سے غم
زنجیر کی فغان ہے صدائے جرس نہیں

اے اشک گرم تجھ پہ مقدم ہے لخت دل
نخل مژہ کا تو ثمر پیش رس نہیں

کامل چلے ہیں وادی ایمن کو ہم عبث
کیا دل کی آگ دل کے جلانیکو بس نہین

بالائے شاخ پھول کے بیٹھا ہے باغبن
کیا کچھ خلل ہے غنچہ دل کے دماغ مین

دل خوش ہو خاک سر دہو اکھا کے باغبن
ایک آگ ہے بھری ہوئی سینے کے داغ میں

اُترے گا دلمین انکا تصور کہ داغ مین
آنکھون کا فرش گھر مین بچھاؤں کہ باغ میں

غمگین غرہ کے عشق سے بیٹھوں جو باغ میں
پیدا شمیم گل سے ہون نشتر دماغ میں

دل ہے تباہ میرے لئے دشت و باغ میں
پھرتا ہون کوچہ کوچہ مین اُسکے سراغ میں

کھولے نقاب رخ سے اگر رات کو وہ شوخ
پیدا ہو رنگ شعلہ کا دود چراغ میں

دل کو خدا بچائے حسینوں کے عشق سے
گرمی ہے لاکھ داغ کی اس ایک داغ میں

اے سوز عشق آگ کو دامن سے دے ہوا
بوئے کباب آتی ہے سینے کے داغ میں

ڈھونڈہین رفیق چہاؤں درختون کی باغبان
ہم پڑ رہینگے سایہ دیوار باغ مین

بیٹھا جو بارِ غیر کے پہلو میں وقتِ شام　　لو عَلَمِ آہ نیلگی اٹھکر چراغ میں
جسکو دیا فروغ اسی نے لگائی آگ　　ہنستا ہے جل کے صبح کو روغن چراغ میں
ہم شومئی نصیب سے محروم ہی رہے　　کیا کیا ہوا چلی طرب انگیز باغ میں
گرمی وہ آفتاب قیامت نے مانگ لی　　جو زیرِ خاک لائے تھے ہم دل کے داغ میں

پہلو سے ہر طرف نہوا برد یاس کا
کامل ہزار آگ بھری دل کے داغ میں

آہو ان چشمِ جاناں شوخ ہیں طرار ہیں　　واہ کیا کہنا بہت اچھے مگر بیمار ہیں
دو ہیں ابرو دو ہیں گیسو دیکھیے ہوتا ہے کیا　　دل ہمارا ایک ہے اور دل کے دشمن چار ہیں
عشق سے بدتر زمانہ میں نہیں کوئی مرض　　یوں تو کہنے کو جہاں میں سیکڑوں آزار ہیں
خوب سمجھے سیر کی غفلت سرائے دہر کی　　سو اگر غافل ہیں دنیا میں تو دو ہشیار ہیں
اے شبِ فرقت انہیں کس ماہرو کا داغ ہے　　انجم افلاک کیوں میری طرح بیدار ہیں
آشنائی حسن کی جھوٹی ہے بہت اے سیم تن　　یاد رکھنا سب طمع ساز ہیں مکار ہیں
آگے اب چلنے نہ چلنے کا ہے تجھکو اختیار　　ہم کمر باندھے ہوئے اے ہمسفر تیار ہیں

قطعہ

شبکو جانکلا تھا میں کامل مزارِ دوست پر　　اس جہت سے شل اپنی آنکھیں مری خونبار ہیں
قبر پر الحمد پڑھ کر دوست سے میں نے کہا　　ہم گریباں چاک ماتم میں ترے اے یار ہیں
رو رو کر دست روتے ہیں تیری یاد میں اے مہ جبیں　　تیغِ فرقت سے جگر میں زخم دامندار ہیں
اشکباری مشغلہ ہے آنکھ کا شام و سحر　　شاہد اس دعوے کے رخ پر آنسوؤں کے ہار ہیں
خار کے مانند سینے میں کھٹکتے ہیں نفس　　مرگ کے طالب ہیں اپنی زیست سے بیزار ہیں
شاد ہے کچھ تو ہی زیرِ خاک اے نازک بدن　　شمع روشن ہے گلوں کے قبر پر انبار ہیں
کیا ہوا مرنے کے بعد اے راحتِ ملک　　لوگ کہتے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں
ملک کیسا ہے ہوا میں سرد چلتی ہے کہ گرم　　نہریں جاری ہیں جہاں ہیں باغ ہیں اشجار ہیں؟
قافلے چلتے ہیں کیسے کانٹوں اندیشہ نہیں　　گرد کم اڑتی ہے راہیں صاف ہیں ہموار ہیں؟
تم لیں تزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے　　راہ میں کچھ بستیاں ہیں شہر ہیں بازار ہیں؟

جس محل میں جا کے تو اُترا ہے اے رنگین ادا
کسطرح کا قصر ہے کیسے در و دیوار ہیں

چھت منقش ہے کہ سادی فرش رنگین یا سفید
تخت کیسے ہیں منبت یا مرصع کار ہیں

سبز جلتے ہیں کنول یا سرخ روشن ہیں گلاس
باغ ہے سبزہ ہے کچھ اشجار میں اثمار ہیں

پھول ہیں کس وضع کے پتے ہیں کس انداز کے
مرغ زریں بال ہیں یا عنبریں منقار ہیں

اہل صحبت کون ہیں کیا گفتگو کا ہے طریق
خوش بیان خوش طبع یا کج فہم و بدگفتار ہیں

لوگ ہمسائے میں ہیں کس وضع کے کس قسم کے
کچھ مروت آنکھ میں ہے خلق کے آثار ہیں

کچھ حسینان پریوش بھی نظر آئے کبھی
انکے قد کیسے ہیں کیسے گیسوئے خمدار ہیں

شکلیں گوری گوری ہیں یا سانولی ہیں صورتیں
ابروئے کج کعبہ کی محراب یا تلوار ہیں

لکھنؤ کی ہیں ادائیں یا بنارس کی ہیں ناز
ہیکلیں سینوں پہ یا طوق کمر زنار ہیں

دعوتیں بھیجیں فقط یا آپ ہی آئے کبھی
اپنے اپنے شغل میں رہتے ہیں یا بیکار ہیں

بات کرنے کی صدا مطلق نہیں آتی کبھی
کسطرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں

قبر سے آئی صدا اے دوست بس خاموش رہ
ہم اکیلے ہیں نہ یاں احباب ہیں اغیار ہیں

باغ کیا پھول کیسے عقل ہے تیری کہاں
کنج تنہائی ہے اور افعی گلے کے ہار ہیں

دو فرشتے آتے ہیں مدفن میں بالکل مہیب
کسطرح ہاتھوں میں انکے گرز آتشبار ہیں

شق ہوا ان کا کلیجہ وہ صدائیں قبر کی
چور ہے جوڑ سینہ و پہلو میں یا کہسار ہیں

ڈر سے ہمکو بیٹھا ہے اٹھا کر قبر میں
رعب سے انکے ہمارے دست و پا بیکار ہیں

کھولتے ہیں لاکھ ہم لیکن زبان کھلتی نہیں
جسم میں رعشہ ہے تیر غم جگر کے پار ہیں

بس زیادہ بات کر سکتے نہیں تو گھر کو جا
دل میں آزردہ نہ ہونا کیا کریں ناچار ہیں

وہ ہمارا پیکر یارک جو تجھکو یاد ہو
آج خاک قبر سے اسیر ہنوز تیرے یار ہیں

حجلۂ شادی ہے یا بیت الحزن ہے یہ کلام
مرثیہ ہے یا غزل نادک ہیں یا اشعار ہیں

حسد ملی درد عشق نہیں وہ حزن ہیں
جو سنگ چرخ چیر چھلکے نہ اوتری نجین تہیں

چل نجات قید الم سے کہیں ہیں
آزاد انکے گھر میں ہی رہ کر گئیں ہیں

آرائش لباس سے آگے در پئے حسین نہیں
گل کی قبا میں جیب نہیں آستین نہیں

مطبوع ہمکو زمزمۂ آفرین نہیں
انسان کے حق میں زہر ہے سر انگبین نہیں

تابان دبدبۂ جلوۂ مہر مبین نہیں
روشن فروغ حسن سے اسکی جبین نہیں

تجھسا حسین جہان میں اے نازنین نہیں
مہر سپہر حسن ہے تیری جبین نہیں

موے سفید سر پہ بجاتے ہیں طبل کوچ
تجھکو ہنوز اپنے سفر کا یقین نہیں

بیجا ہے بعد مرگ کے شوق بقائے ذکر
نام آوری سے کام ہی کیا جب ہمیں نہیں

دامن اگر دراز ہو رفعت کمال کا
انسان کا عیب کوئی تہِ آستین نہیں

آسان کم ہے شورش دیوانگان عشق
دست جنوں چڑھائے ہوئے آستین نہیں

نغمۂ وصال یار کا سنتا ہے گوش روح
کم تار چنگ سے نفس واپسین نہیں

مطلب یہ ہے کہ تنگ ہو آرائش لباس
بر میں گلو تک جامہ ہے آستین نہیں

کیونکر احتیاج پادشاہ سے گلہ کرے وقار
بے آبرو تو دانۂ در ثمین نہیں

محتاج کیوں کریں ہوس خوان اغنیا
بس کیا نمک سے کہانیکو نان جوین نہیں

درویش کی سخن میں شگفتگی ہو رنگ زہد
گویا زبان بے [illegible] جویں نہیں

مشق سخن ضرور ہے شاعر کے واسطے
پایاب بحر شعر کہیں ہے کہیں نہیں

جوہر ہوے ہیں آئینہ رخ میں اونکی سبز
عارض کی گرد و پیش خط عنبرین نہیں

رکھتے ہیں سنگ ہی کو سمجھا ہے کیوں سبک
نیر امین کیا تقابل در ثمین نہیں

دعوی سے صاحب ید بیضا کو کام کیا
پیراہن کلیم کی یہ آستین نہیں

آئے نہ ترک تار کو دل میں نشاط عیش
جولان گہ سمند طرب یہ زمیں نہیں

تحصیل آبرو پہ نہ جبتک رہے نظر
خط نگاہ رشتۂ در ثمیں نہیں

کرتا ہے صرف غیر کے مضمون کو نظم میں
خائن ودیعت شعرا کا امیں نہیں

دل بے خدا کی یاد کے ویران کیوں نہ ہو
صاحب سرا مکان میں اپنے مکیں نہیں

منظور اگر صفائے درون ہے تو جوش کیا
بے مغز کف گرفتہ ابھی انگبیں نہیں

ہوتا ہے دردمند کی صحبت سے عیش تلخ
نشتر ہو دل کے واسطے صوت حزیں نہیں

وہ دوسرے کی چشم سے کیا ہوگا فیضیاب
سیراب اپنی آب سے درِ ثمیں نہیں

داماں پیرہن ہی ہے بے حاشیہ ہنوز
نادوختہ گلو تلی فقط آستیں نہیں

تقریظ اہل فن سے غنی ہے سخن کا حسن
محتاج غازہ چہرۂ درِّ ثمیں نہیں

اے چرخ تو بھی پہلو کو لنے قبر کو دبا
کافی فشار دینے کو میرے زمیں نہیں

اسباب ظاہری سے ہے رونق کمال کی
دست گدا میں دانہ گوہر ثمیں نہیں

خلوت میں جسکے غم ہے اوسے کیا خوشی سے کام
محتاج بخیہ چاک سر آستیں نہیں

منقاد اقربا ہون یہہ امر محال ہے
قبضے میں انگلیوں کے سر آستیں نہیں

کیونکر نہ انکسار سے ہوتا بلند نام
انگشتری کے حلقے کے باہر نگیں نہیں

رو دیا کیا میں دیدہ گریاں پہ رکھکے ہاتھ
ہم منزلت صدف کی ابھی آستیں نہیں

یہ بات دوسری ہے کہ اندوہگیں ہو دل
نالہ تو عندلیب چمن کا حزیں نہیں

دست سیاہ کار کا پھر ساتھ کیوں نہ دیا
آلودۂ گناہ اگر آستیں نہیں

ہے یہ زبان گریہ سے ملود کا بیاں
لوح سر مزار ہے میری جبیں نہیں

عصیاں میں کیوں نہ دست سیہ کار ہو دلیر
پردہ شب سیاہ کا ہے آستیں نہیں

میں کیا سمجھ کے سر پہ اوٹھاؤں گنہ کا بار
میرے ہی بار کی متحمل زمیں نہیں

نشو و نما ہے صاحب جوہر کے ساتھ ساتھ
محتاج زرع دانہ درِ ثمیں نہیں

وہ فاتحہ کو آکے ہیں بیٹھے سر مزار
اب آسمان ہے میری لحد کی زمیں نہیں

میرے مزار کو نہیں گنبد کی احتیاج
ہر چند گدا ہوں صاحب نام و نگیں نہیں

زاہد دنار علم سے صہصہ کو دے فروغ
محروم داغ سجدہ سے تیری جبیں نہیں

حلقہ کے انقلاب سے خود ہو بلند نام
خاتم کے سر پہ اسلئے جائے نگیں نہیں

دریائے حسن چہرہ روشن ہے یار کا
موجیں ہیں ہم ہیں نور کی چین جبیں نہیں

بوے کباب کیوں نہیں دیتے ہیں لخت دل
کیا انکے ساتھ میں نفس آتشیں نہیں

کیونکر ہو رخ سے راز حقیت کا انکشاف
آئینہ دار داغ جگر کی جبیں نہیں

پرواز فکر کی بشریت کی حد میں ہے
ہم سورۂ کلام کے روح الامیں نہیں

رکھتا قدم نہ جبہہ زاہد کی راہ پر — کوچہ پہ مکر و کید کا ہے آستین نہیں
بے معرفت کی جیفہ دنیا پہ ہے نگاہ — ظاہر نہیں جو نفس نظر اک بن نہیں
بیٹھا ہے کیون لئے ہوئے انجم کو آسمان — خرمن سے نفع کیا ہی اگر خوشہ چین نہیں
دست جنون کو سہل ہے دنیا بنام شوق — کیا راہ چاک جیب تا آستین نہیں
زاہد کیا ہون محرم خلوت سرائے دوست — گوشہ مین دل کے ایک ہی عزلت گزین نہیں
کیا بے ہراس قافلہ عمر ہے روان — گویا اجل کا دزد میان در کمین نہیں
کون جائین سیر باغ کو ہم اے عذار دوست — کیا بوستان حسن کا تو یاسمین نہیں
دل کھینچتا ہی اپنی طرف اوسکا پیرہن — افعی کا منہ ہے چاک سر آستین نہیں
یاران رفتہ سے نہین اندیشہ ملال — دست بریدہ پردہ در آستین نہیں
احسان کا قصد ہو ل کے ابدال سے نکر — سر سبز جس میں دانہ ہو وہ زمین نہیں
بس ہے اوسے درازی دامن برائے حسن — موزون قبائے گل کیلئے آستین نہیں
کم کوئی موج بادہ کی صورت ہے سیر چشم — آغوش جام مین ہے مگر جرعہ چین نہیں
حاجت کا عیب چھپ نہیں سکتا جہان مین — ساعد یہ وہ ہے جسکے لئے آستین نہیں
جس گل کو دیکھئے نظر آتا ہے زر بکف — کان طلا ہے صحن چمن کی زمین نہیں
حاسد سے کہدو کھولے نہ میری تباہی پہ لب — کژدم کا نیش ہے سخن آفرین نہیں

پیدا کرینگے اور کسی ماہرو سے راہ
کامل وہی تو ایک جہان مین حسین نہیں

بے مصلحت بتوں کی نگہ خشمگین نہیں — دام فریب ناز ہے چین جبین نہیں
جرم گناہ بخشدے مبرا وہ خشمگین — ابرو نے ہاتھ باندھے ہین چین جبین نہیں
غم سے زوال حسن کے برہم ہے انکے طبع — آہوئے تیر خوردہ ہے انکے جبین نہیں
نام آورون مین ایک اک عیب ہے ضرور — بیجرم کان دہر مین کوئی نگین نہیں
دانہ سے اشک شور کے ہے ابروئے چشم — وہ آنکھ کب ہے جسمین یہ [illegible] نہین
صحت سرار داغ سے کیونکر ہو قلب زار — شبنم کو تاب تابش مہر مبین نہیں

بد اصل کب نجیب ہوا کسب حال سے
پردہ طلا کا ساتر عیب نگین نہین

مین کیون کسی سے دینے لگا اے حریم دوست
کیا تیرے آستانے پہ میری جبین نہین

دل ہے وہی کہ جسمین ہے اے دوست تیری یاد
ویرانہ یہ مکان ہے اگر تو مکین نہین

انصاف کی طلب مین نہ کر دست دل کو شل
اسکا وجود زیر سپہر برین نہین

جا ہے ہو باکمالون پہ جاہل کا رشخند
لذت سے طعم شہد کے واقف جنین نہین

اے جان زار جلنے مین بیتابیان نہ کر
تو قلب مضطرب سے زیادہ حزین نہین

کیف مئے شبینہ سے اب تک وہ مست ہین
آنکھین چڑھی ہوئی ہین نگہ شرمگین نہین

اے باکمال طعن عدو کا برا نہ مان
خارونکی آنکھ مین گل رعنا حسین نہین

بیجا ہے ماہ و گل کی رخ یار سے مثال
یہ تنگ چشم ہے وہ کشادہ جبین نہین

تو خود ہو کور چشم تو اسکا علاج کیا
زیر نقاب عارض مہر مبین نہین

خواہان منزلت ہے تو گھر سے قدم نکال
بطن صدف مین دانہ گوہر ثمین نہین

بے آفتاب خوان فلک ہے مثال مین
جس مائدہ پہ گردہ نان جوین نہین

پانی نے سر پہ بار زمین کا اٹھا لیا
حامل ہوا کے بار کا دوش زمین نہین

اے مرغ فکر تو پر پرواز کو تو کھول
ایسا بلند گنبد چرخ برین نہین

دل کی زبان سے مدح ہماری کرے حسود
اس سے زیادہ حوصلۂ آفرین نہین

باہر نکال سر سے ہوائے سکون قلب
غلطان نہ ہو تو دانہ گوہر ثمین نہین

کیا حفظ سر غیر کی اس شخص سے امید
جو مثل شیشہ راز کا اپنے امین نہین

اٹھتا ہون اپنے زور سے بے انقیاد غیر
تابع مین ہاتھ کا صفت آستین نہین

منہ کر نہ سوئے خلق اسی مین ہے عافیت
مجروح تیغ نقش کی پشت نگین نہین

دشمن کی معذرت سے ہو کیا برطرف ملال
مرہم علاج زخم نقوش نگین نہین

ساعد بری ہے نسبت عیب سوال سے
باعث یہ ہے کہ ساتر کف آستین نہین

نقصان کے کلف سے تحفظ محال ہے
اس جرم سے تو پاک قمر کی جبین نہین

دامن کی کوتہی کا گوارا ہے مجھکو عیب
از بسکہ چشم دوختہ آستین نہین

دل میں ہمارے شوق سے گھر آشنا کریں — یہ مملکت نفاق کی زیر نگین نہیں

پاس ادب جو تھا کف قاتل کا ذبح میں — میرے لہو کی چھینٹ سر آستین نہیں

آنکھوں کے ساتھ پردہ کی تھی کون احتیاج — ثابت ہوا کہ مردم دیدہ حسین نہیں

سر رکھ کے میرے ہاتھ پہ کل سو گیا تھا کون — مشک ختن کے ناز سے کم آستیں نہیں

طلعت کے ساتھ اور بھی ہیں خوباں ضرور — تابندگی کے وصف سے زہرہ جبین نہیں

ساعد ہے یا کہ ابر سے نکلا ہے آفتاب — ادھڑی ہوئی وہ کہنیوں تک آستین نہیں

بے زلف و رخ کے قامت دلجو ہوا تو کیا — بالا بلند سرو ہے لیکن حسین نہیں

کس گل کی بو سے میری قبا ہے بسی ہوئی — جھولی نسیم صبح کی ہے آستین نہیں

کیا بار بار ذکر گلوں کے جمال کا — یہ چند برگ تم سے زیادہ حسین نہیں

صورت نمائے حسن ہو یہ اور بات ہے — خود آئینہ جلا کی صفا سے حسین نہیں

شاخیں نہال باغ کی اب چاہتی ہیں کیا — خالی گلوں سے جیب نہیں آستین نہیں

انجام زشت ہے اگر آغاز ہے قبیح — پر تو کہہ یہ ہوگا جو منظر حسین نہیں

حاصل ہے فیض میں ید طولیٰ اسے ضرور — دامن کیطرح گو کہ عریض آستین نہیں

حیران ہوں کس سے عارض جاناں کی دوں مثال — ماہ دو ہفتہ تو ہی تو ایسا حسین نہیں

ظالم کا ہاتھ کم نہیں شمشیر تیز سے — تلوار کا غلاف سمجھ آستین نہیں

خال سیاہ خوان صباحت کا ہے نمک — عارض پہ یہ نہیں ہے تو چہرہ حسین نہیں

عریاں تنی میں کھیلتے ہیں جوہر کمال کے — میدان میں دست تیغ تہ آستین نہیں

کچھ کھپ گیا ہے آنکھوں میں ایسا تمہارا حسن — یوسف بھی ادھر سے آئیں تو کہدوں حسین نہیں

عریاں ہوں معرکہ میں سخن کے مثال تیغ — مانند دست شل کے تہ آستیں نہیں

تصویر ناتمام کسیکی بنا تو کیا — خوش قامتی ہے شمع کا شعلہ حسین نہیں

لذت شب وصال کی دلوا رہی ہے یاد — پٹی تمہارے بازوؤں سے آستین نہیں

کامل یہ رفتہ رفتہ بڑھا بانی ہے مشق صبر
دل مر گیا ہے اور ہم اندوہگیں نہیں

نکلونگا اب نہ چھوڑکے اس کنج تار کو
کیوں سنگ پشت کرتے ہیں میرے مزار کو

دل تو گیا کبھی کا عدم کے دیار کو
کچھ داغ سینہ رہ گئے ہیں یادگار کو

پیکان کسے دکھائیگا آرائش جمال
ملتا ہے منہ پہ غازۂ خون شکار کو

سکّہ کے خط سے کہتے ہیں باشندگان مصر
دریائے نیل نرگس شہلائے یار کو

اتنی بھی آسمان سے نہیں مجھکو چشم داشت
سرمہ بنائے پیسکے سنگ مزار کو

چھوڑا نہ ساتھ آبلۂ پا کا دشت میں
ایدل صدآفریں خلش نوک خار کو

کشور کشائے نامیہ کو ہے خزاں سے جنگ
بھیجا ہے موج گل کا نشان دیکے خار کو

اب مری جستجو ملک الموت خود کرے
برسوں قضا تو ڈھونڈہ چکی جسم زار کو

اظہار سے کمال کے تو بھی کر احتراز
شاخیں نہفتہ برگ کے رکھتی ہیں بار کو

بڑھتا ہے سرکشی سے جفا پیشہ کا نشاط
بالیدہ شعلے کرتے ہیں نخل چنار کو

رشتہ ہوا جو سوز دروں سے ہمارے گرم
روشن ہوائے کردیا شمع مزار کو

ہم خون گرفتگان تمنائے وصل ہیں
نخل ریاض شوق سمجھتے ہیں دار کو

بے برگ فصل گل میں رہے خار کیطرح
ہم کیا خزاں میں یاد کرینگے بہار کو

بدلیں نہ ہم ہزار کرے طبع التماس
کیفیت طرب سے بادہ غم کے خمار کو

لینا لباس عاریتی کا ہے گل سے شاق
عریان تنی کا ننگ گوارا ہے خار کو

باقی نہیں ہے مشرق و مغرب میں امتیاز
ایسی زمین سمیٹی ہے میرے فشار کو

اے دوست شادمان نہ ہو دلمیں اوٹھا کے بھول
دشمن کی مرگ بس ہے تجھے اعتبار کو

بلبل کی راہ سے ہوں طلبگار کوئے حق
نکلا ہوں دام لیکے ہما کی شکار کو

تیشہ نے کاٹ کر کمر کوہ دشت میں
آہو کی جست و خیز سکھائی شرار کو

شبنم سے گل ہوئے نہ رخ مہ جبیں ہیں صاف
باراں مٹا سکا نہ دلوں کے غبار کو

بھڑ سے اوڑ کے آئے اگر سوئے شمع بزم
پروانہ برق بنکے جلائے شرار کو

کرتے ہیں کس گناہ کی پاداش جوہری
ڈورے سے باندہ کر گہر شاہوار کو

بیا ہے صبر کی رہ تنگے نا کسی سانس
دلمیں ملا کے تخم من صبر و قرار کو

جھمکے پہن کے کانوںمیں لو بام پر چلو — لایا ہے ماہ عقد ثریا ستار کو

سرمہ کریگا پیسکے سینے کا استخوان — ایسا نہ جانتا تہا تجہے سنگ مزار کو

یاران رفتہ جا کے عدم میں جب مقیم — میرا سلام شوق کہیں اوس دیار کو

پیردن نے مرے کہولدئے آبلون کے منہ — دیکھا زبان خشک نکالے جو خار کو

فتراک اوسکا سر مرے دنبالہ دار ہے — باندہینگے اوس سے تیر نگہ کے شکار کو

کامل کبہی تو مشک چہڑکتا ہون گر نمک

برتا ہون یون جراحت قلب نگار کو

مدعی نے بجت کی پہنچا فلک پر میرے شیون کو — پر پرواز گردش نے دئے سنگ فلاخن کو

فلک کیا دوست رکہتا ہی ہواخواہان گلشن کو — جلاتا ہے چراغ مہر میں اشکون کے روغن کو

خدا نے دی ہی کیا رفعت زمین صحن گلشن کو — کہ شاخ گل ہے بام آسمان میرے نشیمن کو

تامل کیا ہے ٹکڑے ٹکڑے سوزن سے کر جامۂ تن کو — تجہے دیکہون مین اے دست جنون تا جیب و دامن کو

کریگا خوار ایسا آسمان خوبان گلشن کو — کہ اکدن عاریت خارون سے لینگے جامۂ تن کو

کیا اچہا علاج اولاک نے لالے کے داغون کا — دیا زنگار گون خلعت زمین صحن گلشن کو

ملمدی سے رواق چشم کے گرنے کو اے میت — نچہوڑین ہوے مژگان ہاتہ سے اشکون کے دامن کو

ہماری قبر پہ اگر وہ بت ہو محو دید اپنا — جلا آئینے کی حاصل ہو یارب سنگ مدفن کو

کرینگے داغ دل یونہی اگر تختون کی گلکاری — بنا ئینگے پر طاؤس تیر سنگ مدفن کو

زمین باغ کو تہا دیکہا نیرنگ عالم کا — بہرا ہی اور خالی ہی کیا پہولون سے دامن کو

عجب کیا گر یہی عالم ہے جوش لالۂ گل کا — ہوا ہمرنگ شاخ گل بنائے دود گلشن کو

محل پاکرہ بان مین بے ادب گستاخ ہوتے ہین — کیا اک موج نے تہ ساحل دریا کے دامن کو

نمائش رخ کی قرب زلف سی اوس رخ کو آسان ہے — شب تاریک کا پردہ ملا ہے روز روشن کو

جلائینگے چراغ کفر کعبہ میں برہمن اکدن — کمر پر تسبیح کی باندہینگے زنار برہمن کو

زرہ بیجا ہوگا غربال ہونے سے بڑا کیا ہے — شبک قطرہ باران کرین موجون کے جوشن کو

عدم سے کاروان اپنا اہل ہمت کا ہمیں آنا — نہ منقش راہ میں نقش قدم پہیلا کے دامن کو

عبث صیاد کو تعجیل ہے میری اسیری مین
اوٹھا سکا اوڑونگا کیا سر پہ رکھکر مین نشیمن کو

ہماری آنکھ کے آنسو ہوئے داغ محبت سے
کیا خشک آفتاب حشر نے دریا کے دامن کو

تجھے شعلہ طلوع صبح تک نابود کر دیگا
بٹھایا تونے کیون اے شمع محفل سر پہ دشمن کو

شہیدان محبت تشنہ کام اب اور کیا ہون گے
گوارا کر لیا ہے کام جان نے آب آہن کو

خمیدہ ہو تواضع سے اگر خواہان شہرت ہے
بلند آواز حلقہ نے کیا زنجیر آہن کو

حسد عزت لئین سے دلمین رکھین شوق مردم
گزند باد کا کیا غم چراغ زیر دامن کو

اوڑائین ہم اگر خاک بیابان جوش وحشت مین
کمر سے چرخ کی اونچا کرین صحرا کے دامن کو

امید وصل تجھکو مال پس ماندہ سے بیجا ہے
فتیلہ جذب کر سکتا نہین گل ہو گئے روغن کو

ابھی مجھکو جوانی کیلیے پیری مین رونا ہے
سرون کا آئی چراغ عمر مین اشکون کے روغن کو

آتش غم کو خلش رہتی نہ پیراہن کے ساتھ
جل گیا ہوتا گریبان قبا دامن کے ساتھ

سخت مشکل ہے بدل لے دوست ہو دشمن کبھا
تنگ ہوتا ہین تو رکھنا رابطہ آہن کے ساتھ

مرگ کا غم روز خلقت سے ہے جان و تن کے ساتھ
کشت سے آئی ہے یہ برق فنا خرمن کے ساتھ

کیون نظر آتے نہین پیری مین یارب دل کے داغ
یہ چمن بھی کیا خزان مین لٹ گیا گلشن کے ساتھ

گریۂ مولود دنیا ہے خبر اس رمز کی
خون دل بھی ہے چراغ عمر مین روغن کے ساتھ

دوستون کے ساتھ تو احسان مین کرتا ہے قصور
مرد نیکی مین کمی کرتے نہین دشمن کے ساتھ

سوز غم سے دل کے جلنے کا اگر آئے خیال
ساعقہ کی بد سلوکی یاد کر خرمن کے ساتھ

تندخوئی کے سبب سے ہو گئے شعلے فنا
رہ گیا دود سیہ لپٹا ہوا گلخن کے ساتھ

برق بنکر سایہ دیوار سیم پہ کیون گرا
کوئی گستاخی نہ کی تھی آنکھ نے روزن کے ساتھ

زندگانی مین طبیعت تھی جو تنہائی پسند
کسقدر مانوس میرا دل ہوا مدفن کے ساتھ

دوشنون کا اے زمین قبر کیا شکوہ کرون
جان میری جب اٹھے تیرے گھر مین تن کے ساتھ

دو دن مہ و خورشید سے نسبت کوئی بات ہو
اونکو نسبت کیا تمہارے عارض روشن کے ساتھ

شرط اول استجابت مین ہے اذعان دعا
کیون اوٹھاتا ہے دعا کو ہاتھ سوئے ظن کے ساتھ

منزل تاثیر تک ممکن نہیں ہرگز وصول — تو ہی قسمت ہی سایہ کی طرح شیون کے ساتھ
ذبح مجھکو ہاتھ رکھکر میرے سینے پر کرو — کام جان حاصل کرے دل بھی رگ گردن کے ساتھ
شکر ہے وہ ترک تازی کو تو آئے قبر پر — ہم نہ لپٹے خاک ہی لپٹی سم توسن کے ساتھ
قرب مرد بے حقیقت سی غنی کو نفع کیا — ایک ہے ہونا نہونا مور کا خرمن کے ساتھ
اور اب کیا ہونگے نازک وہ مسی مالیدہ لب — عقل کی میزان میں تلتے ہیں گل سوسن کے ساتھ
کیا سمجھتا ہے نگاہ یار کے ناوک کو تو — توڑتا ہے استخوان سینے کی یہ جوشن کے ساتھ
تازگی میں لالہ و گل سے بھی نکلے کچھ فزون — دل کے داغون کا جب اندازہ کیا گلشن کے ساتھ
آنکھ وہ رہتی نہیں بعد از حصول کام دل — کینہ ہے مردون کا اظہار محبت زن کے ساتھ
ابتو آنکھیں پیر کنعان کی کھلین گی اے نسیم — بوئے یوسف مصر سے جاتی ہی پیراہن کے ساتھ
دیکھنے کا ہے تماشہ شمع کا فانوس میں — تن کی عریانی ہوئی ہے جمع پیراہن کے ساتھ
کیون کرین یوسف زلیخا کی شکایت کا ملال — چاک ہی اظہار عصمت کیلئے دامن کے ساتھ
کیون نہ زیر خاک ماندہ ہون سیہ داغ دل — تھا محبت کا تعلق کس طرح روشن کے ساتھ
کیا ابھی دیتے ہیں لوسنے کی اندر دل کے داغ — نور یہ کیسا ہے مابین ظلمت مدفن کے ساتھ
روشنی صحرا اس کی ہے منتظر بیٹھے ہیں خود — یہ محبت رہ نورد وادی ایمن کے ساتھ

عادہ اجداد پیر کامل مناسب ہے سلوک
آسی انکی طرح کرتے رہو دشمن کے ساتھ

ثمر جہان کردے خاک صحبت باکمالونکی — محال غفلت ہے سر سبز ہوں شاخیں غزالونکی
حساب نیل کیون کرنا ہے پریشان ہر یکین — چراغ کنج مدفن ہے سفیدی سر کے بالونکی
رخ گل رنگ تیرا آسمان حسن ہی لیکن — شفق گویا دلواتی ہے سرخی گورے گالونکی
صفائے قلب کا جوہر کسی صورت سے پیدا کر — دکھاتا ہے یہ آئینہ مثالیں بے مثالونکی
ادب سے ناوک کا خدنگ آزما ہرگز نہیں رکتے — مدارا کرتی ہے تلوارونکی جانب پشت ڈھالونکی
کہے دیتے ہیں دل بیتاب ہو جائیگا سننے میں — یہ سنئیے داستان درد ہم آشفتہ حالونکی
یہاں سے جاکے پھر کیا جانئے کس گھر میں اوریگے — لحد ہے منزل اول عدم کے جانیوالونکی

نہ کر آمادہ فریاد مجھکو دیکھہ اے بلبل
لگا دیگی چمن میں آگ جدت میرے نالونکی

گھٹا کر بدر کو لایا ہے حالت میں مہ نو کے
بدل دیتا ہے دور چرخ ہیئت باکمالونکی

خدا ڈالے نہ دلکا سابقہ ان بے وفاؤنسے
بڑے آزار دیتی ہے محبت خوش جمالونکی

نہ کرنا میل اہل شاہدونکی زلف پیچاں پر
اسی کوچے میں سر پر چوٹ کھاجاتے ہیں کالونکی

بہت دشوار ہے تقدیر کے عقدے کا حل ہونا
نہ سلجھیں باغباں سے گتھیاں سنبل کے بالونکی

ناصح اپنی سر دہنتے ہی دہنتے ہوگئی کامل
بگوسے کیوں چلے تھے راہ ہم آشفتہ حالونکی

حیا سے مالو کین چہرے کو جو چھپائے ہوئے
کہاں سے آتے ہو جاگے ہوئے نہائے ہوئے

ادھر بھی ایک نظر دیکھ لو برائے خدا
تمہاری آنکھو پہ بیٹھے ہیں زہر کھائے ہوئے

ہمیں ستاؤ نہ للہ اکہڑی باتوں سے
ہم آپ گردش گردوں کے ہیں ستائے ہوئے

عزیز داغ محبت ہے اسقدر مجھکو
فنا کے بعد بھی چھاتی سے ہوں لگائے ہوئے

فنا کے بعد بھی گردش ہے میری قسمت میں
لئے پھر رہی ہوا خاک کو اوڑائے ہوئے

پڑے ہیں ٹوٹے ہوئے ہر قدم پہ شیشہ دل
سنبھل کے راہ چلو پاؤں کو بچائے ہوئے

سوال وصل جو کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں
مجھی پہ بیٹھے ہیں کیا آپ زہر کھائے ہوئے

کمر پہ یار کی ہاتھوں کا بوجھ کیا ڈالوں
وہ آپ گیسوؤنکی بار ہیں اوٹھائے ہوئے

کفن میں یار کی تصویر رکھیدیں دفن کیوقت
لحد سے اوٹھونگا اوسکو گلے لگائے ہوئے

جلا ہوں سونیکو پہلوے قبر میں کامل
جگر پہ تیغ محبت کا زخم کھائے ہوئے

رنگ لائیگا خط رخسار جاناں اور بھی
رفتہ رفتہ سبز ہوگا یہ گلستاں اور بھی

ہر قدم پر لوٹے خون آتی ہے میری خاک سے
قاتلے بچھیں لٹے ہیں کوئے جاناں اور بھی

پھر نہ ٹہ میں کریگا سرمہ دنبالہ دار
تیز ہو جائیگی یہ تیغ صفاہاں اور بھی

کاش میری جاہی جلالی اوس بت کافر کو تھی
کشتہ صد داد تھے آخر مسلماں اور بھی

مصحف رخسار جاناں سے ملا کر دیکھئے
نقل میں آجائیگا اس خط کا قرآن اور بھی

جوش وحشت مین گلونکو دیکھکر ثابت ہوا
ہین ہماری طرح تہوڑی چاک دامان اور بہی

رات بہر روشن رہی دلمین غم فرقت سے آگ
تیرگی مین شب کے چمکا داغ ہجران اور بہی

جمع ہمنے جسقدر گیسوے الفت کو کیا
ہوگیا مجموعۂ خاطر پریشان اور بہی

یار نے غصہ مین ابرو کی چڑہائی ہے کمان
دلمین اب رخنے کرینگے تیر مژگان اور بہی

یاد دلواتی ہے روے آتشین اوس ماہ کا
تو جلاتی ہے ہمین شمع شبستان اور بہی

بال بکہر آئینگے زلفونکے اگر باد صبا
حسن دیگی یار کے ماتہے کی افشان اور بہی

زخم کاری کی رہی جاتی ہے دلمین آرزو
ایک پورا ہاتھ اے ابروے جانان اور بہی

سر اوسی وادی مین اب تک دہنتی ہے کیون حال قیس
نجد کے صحرا سے ہین آخر بیابان اور بہی

میرے نالون نے شب فرقت مین چمکائی جو برق
جہکے برسا صبح تک اشکونکا باران اور بہی

اسقدر کیون ہوگیا اے چاک تو بے نام و ننگ
کوئی ہے تیری طرح گلشن مین عریان اور بہی

خاک کے ملنے سے آئینے کی بڑہتی ہے جلا
پاک تہمت سے ہوا یوسف کا دامان اور بہی

خاک مجنون سے جو محمل کو تعقب کا ہے ڈر
تیز لیجاتا ہے ناقے کو حدی خوان اور بہی

آنسوؤن سے گو قیامت کا تلاطم دلپہ تہا
زور پر آہون سے آیا غم کا طوفان اور بہی

ہر روز کل کے وعدے پہ مجہکو نہ ٹالئے
للّٰہ کوئی وصل کی صورت نکالئے

بل دیکے دو نوک کا نہ ہو جب زلفونکو ڈالئے
کسنے کہا تہا آپسے دو سانپ پالئے

کل تک نہ ہو تمام وہ قصہ نکالئے
تہوڑی سی رات ہے ادہر سے باتون مین ٹالئے

شادی سے روز وصل کے آتا ہے مجہکو غش
باہین گلے مین ڈالکے مجہکو سنبہالئے

دوپٹے دیکے آپنے کیا مول لے لیا
بس بس زیادہ مجہسے نہ آنکہین نکالئے

اس سن و سال پر ہین نمایان غرور حسن
قد کو بڑہائیے ابہی جوبن نکالئے

گیسو بڑہاکے آپہی عاشقونکی جان
کہتے تہے ہم کہ دہکی پیچان نہ پالئے

اوسکے فروغ حسن کی ممکن نہین مثال
مضمون ہزار نور کے سانچے مین ڈہالئے

ہم داستان عشق کی کرتے ہین ابتدا
ہشیار ہوکے بیٹہئے دلکو سنبہالئے

رہتے ہیں زیر قصر کھڑے ہمنورات دن غرفہ سے آپ ہی تو کبھی سر نکالئے
بیخود سے دونوں ہو گئے آئے سے آپکے میں دلکو رد کون آپ جگر کو سنبھالئے
مانع ہے کون پرتو گرانیکا اے حضور بہتر سوال دید کا غصہ نکالئے

خوش وحشت نے کیا عقل سے بیگانہ مجھے لیکے صحرا کو چلا پھر دل دیوانہ مجھے
رہنما کوئے حقیقت کا ہوا گام مجاز لیگئی کعبہ کی جانب رہ بت خانہ مجھے
میں ملاقات کو اوسکی جو حرم میں آیا شیخ پہونچانے گیا تا در میخانہ مجھے
آپکی دید کا بندہ نہیں کرتا سوال یاد ہے صاعقہ طور کا افسانہ مجھے
چار کے سامنے ہے شمع سے لپٹا جاتا خوش نہیں آئی ہے بیتابی پروانہ مجھے
ڈوب کر بھی نہ دریا میں ہوں پیاسے آب ہیچ دکہانی ہے گرداب کا پیمانہ مجھے
کنج عزلت ہی سلیمان کا قصر ہو مجھکو بوریا فقر کا ہے مسند شاہانہ مجھے
تجربہ جیب دوستار کا کرتے کرتے خوف دلوانے لگی وضع فقیہانہ مجھے
مر گیا سیتو نکی ٹھوکریں کہاتے کہاتے اب تو آباد کرے قیس کا ویرانہ مجھے
دیر و کعبہ سے تو مقصد نہیں پاؤنگا ادہر نظر آئیگا جدہر جلوہ جانانہ مجھے
دیکھوں کس دن ہے جدائی کی مصیبت کٹتی رنج دیتی ہیں شبیں ہجر کی روزانہ مجھے

فخر دولت کا امیر و ملکو مبارک کامل
بس ہے نازش کیلئے طبع حکیمانہ مجھے

محجوب آپ نہ ہوئے منہ سے نکار کے احسان میرے سر پہ ہیں پائے نگار کے
جلتے ہیں یوں چراغ ہمارے مزار کے گویا کہ آفتاب ہیں نصف النہار کے
واقف ہیں لیکہ درد سے قلب فگار کے ہم کانپ کانپ جاتے ہیں لینے سے تار کے
پامال تھے جو سرحت شمشیر یار کے صرصر چڑھی تہ منہ پہ ہمارے غبار کے
کیا لیے ہیں اس نیچے ہیں اندر مزار کے شاباش رہنے والوںکو اس کنج تار کے
در پہ ہمارے دفن تے ناحق ہیں آشنا یہ مشت استخوان نہیں قابل مزار کے

وہ راہرو ہوں منزل سوز و گداز کا
کھولی کمر تو سایہ میں نخل چنار کے

یوں ہی رہا جو ساقی مہوش کا انتظار
پھر اسکے آنکھ توڑ دیگی شیشے خمار کے

میں تو بقصد کعبہ کے نکلا تھا دیر سے
ناقوس پھر لگے مجھکو پکار کے

یوں اہل وضع کرتے ہیں نا جنس سے نباہ
گل ٹوٹ کر جدا ہوئے پہلو سے خار کے

وزد خط شعاع کی اللہ ری شاطری
لایا ہے آفتاب کا سونا اوتار کے

ہے کون پشت پردہ کہ دیتا نہیں جواب
مرمر گئے ہیں شیخ و برہمن پکار کے

پھر ایکبار دل پہ گرائے برق اضطراب
خرمن ابھی جلے نہیں صبر و قرار کے

صاحب کمال ہے تو نہ سر کبر سے اوٹھا
شاخیں زمیں کو جھکتی ہیں لنگر سے بار کے

منہ پھیر تا مصاف سے ہے ننگ مرد کا
سینے پہ روک تیر ستم روزگار کے

رنگ حنا نے انکو مٹھی میں لے لیا
یوں کوئی سر چڑھا ہے ہیں دست نگار کے

راہ سخن میں وزد کا ملیگا نشان
مضمون غیر نقش ہیں پائے نزار کے

اللہ رے اہتمام کہ ہے ابر آب پاش
جاروب کش ہیں صاعقے میرے مزار کے

کسب کمال صاحب غیرت کو ہے ضرور
شاخیں برہنہ رہتی ہیں بے برگ و بار کے

بخشے نہ وہ گناہ ہمارے تو زور کیا
مجبور ہیں معاملے میں اختیار کے

مانگے جرس سے خندہ گل کی صدا بہت
آمادہ کوچ کے ہیں مسافر بہار کے

اللہ ری احترام حریم زمین عشق
نہ آسمان حجاب میں ہیں روئے غبار کے

وقت وداع حسن کا جلوہ دکھا دیا
دود چراغ کشتہ نے گیسو سنوار کے

آنکھیں تو دیکھوں آپکی یا حضرت کلیم
طالب انہیں سے آپ ہیں دیدار یار کے

روتا ہے رعد رات کو بالیں قبر پر
آتی ہے برق طوف کو میرے مزار کے

اے خفتگان خاک ملیں تم سے کسطرح
ہم نابلد طریق سے ہیں اس دیار کے

مدفن سے جوئے اشک رواں ہو تو کیا عجب
کشتے ہیں ضبط گریۂ بے اختیار کے

آمادہ زوال ہوا آفتاب عمر
پہونچا قریب تو خط نصف النہار کے

صحرا سے آہ سرد نے ہمکو خجل کیا
افسردہ برگ ہوگئے نخل چنار کے

بینا نہ ہوگا قبر سے مانند چشم کور — غافل ہزار ساتھ رہے ہوشیار کے
آیا ہے کون لیکے ہماری لحد پہ شمع — دیتے ہین لو چراغ کے تختے مزار کے

کیا دن قریب پہونچے ہین فصل بہار کے — آتے ہین دل مین جوش مئے خوشگوار کے
مارے ہوے ہین نرگس مکحول یار کے — تختے ہین سنگ سرمہ ہمارے مزار کے
پامال کس عزیز نے کی ہے ہماری خاک — ہم نیم آفتاب ہین ذرے غبار کے
غافل ہے گر تو قرب سلاطین سے خوش ہو — دھارے مین پھینک دیتی ہین موج کنار کے
راتونکو جاگتے نہین ہو جو اہل دل — ہے کوئی راز پردے مین شبہائے تار کے
کوچہ یہ عشق کا ہے سمجھکر بڑھا قدم — کام نہنگ جادے ہین اس رہگذر کے
زائل اگر نہ ہونگی دلونکے کدورتین — پیدا کرینگے آئینے جوہر غبار کے
آمد و شد نفس سے ہے انسان کی ہست و بود — پشت ہوا پہ پا ہین محمل غبار کے
تصویر حسن کی ہین سراپا بتان ہند — قامت ہین یا کہ سرو ہین جوئبار کے
تیرہ نہ رکھ درون نہ درشتی سخن مین کر — یہ دونون عیب ہین زر کامل عیار کے
کیون اسقدر ہراس گناہونکا ہے تجھے — دو اشک رو تو خوف سے پروردگار کے
پہونچا دیا سپہر پہ بے مغز کا دماغ — موجون نے سر حباب کے سر سے اوتار کے
کشتی زمین باغ کی اکدن کرینگے غرق — موجے بلند ہو کے نسیم بہار کے
پائے نہ قلب مدعیان ولا کے صاف — صورت نما یہ آئینے نکلے غبار کے
ہر وقت یون ہے نفس شقی آدمی کیساتھ — صیاد جسطرح ہو کمین مین شکار کے
مژگان بنے ہین چشم دل زار کے لیئے — ناوک درون سینہ غم انتظار کے
اوٹھینگے سجدہ کرکے ہم تیغ تیز مین — ہم معتکف ہین کعبۂ ابروئے یار کے
اے چشم یار کہتی ہے دنبالہ کی زبان — پھینکا ہے تونے سرمہ کو دیسے اوتار کے
شایان نہین ہر اک متواضع سے حسن ظن — خوگر کمان کے حلقے ہی ہین انکسار کے
کج فہم اور علم سے کیا ہوگا منتفع — ہان تازیانہ مین ہین نے سوار کے

شاید وہی اوٹھائین معاصی کا بیر لوجہ — آئین اگر فلک متحمل ہون بار کے
حسن سلوک عجز مین دشمن سے ہی ضرور — کرتے ہین دفن خاک مین افعی کو مار کے
آئینہ زیر زنگ رہا اعتبار کیا — جوہر کہان کھلے سخن آبدار کے
دامن مین کیون لٹائون نہ اے چشم تر انہین — پروردہ طفل اشک ہین میرے کنار کے
یون محو کر زمانے سے ابر دور آسمان — دین استخوان نشان زمین مزار کے
ہون اوس سے خواستگار ربد آلمیت چرخ — پڑتا ہے تو اشارہ پہ چابک سوار کے

کامل شریک محفل عشرت ہون خاک ہم
آتے ہین دلکی لاش لحد مین اوتار کے

مقطع غیر دنکی جانب سے اگر ہو جائیگی — شمع بزم معرفت تیری نظر ہو جائیگی
تنہم اک دن خیانت سے نظر ہو جائیگی — آنکھ تیری آپ اپنی پردہ در ہو جائیگی
ہجر کی شب بیقراری مین بسر ہو جائیگی — چاک جیب صبر سے پیدا سحر ہو جائیگی
آنکھ تیری روشناس غم اگر ہو جائیگی — صیقل آئینۂ عرفان نظر ہو جائیگی
غم نہ کہا مر کے تہوڑی شب بسر ہو جائیگی — زندہ تو اے شمع ہنگام سحر ہو جائیگی
حالت مے جام مین نوع دگر ہو جائیگی — میکشونکی دختر رز کو نظر ہو جائیگی
جب بلند و پست پر قائم نظر ہو جائیگی — موج بھی گرداب بنکر دیدۂ ور ہو جائیگی
قیس کے مرنکی لیلے کو خبر ہو جائیگی — رخت ماتم جسم کو گرد سفر ہو جائیگی
نوک نشتر دل مین شاخ باردر ہو جائیگی — لذت غم مرہم زخم جگر ہو جائیگی
بعد تیہر انکے بھی بینا رہیگی چشم شوق — سنگ مین رگ کیطرح پنہان نظر ہو جائیگی
یار کے دست حنائی کو اگر دیکھینگے غیر — ماہئی دریائے خون میری نظر ہو جائیگی
کیون فقیر دن سے بہت کھنچا ہی تو اے مالدار — کبر سے کیا شاخ دولت باردر ہو جائیگی
دیکھ لیگا کوئی عاشق گر نگاہ گرم سے — موئے آتش دیدہ اوس بت کی کمر ہو جائیگی
گفتگو اس راہ سی شاید سٹ رہے ہین حضور — طول دینے سے حکایت مختصر ہو جائیگی
اشک کیا اوس وقت سو رہا ئیگی آنکھ اے نخل آہ — خشک بے آبی سے جب کشت اثر ہو جائیگی

نیند جب آنکھوں میں آئیگی تو ساقی خشت خم
بالش سنجاب ہمکو زیر سر ہو جائیگی

دشت میں آیا اگر وہ شعلہ رو بہر شکار
جست و خیز آہو کی پرواز شرر ہو جائیگی

لب نہ جب سینے ہی پھونکیگی تو وہ دینگی جواب
آہ میری نالۂ زنجیر در ہو جائیگی

بخت خفتہ نے اگر میرے دکھایا کچھ اثر
بند خط کے ساتھ چشم نامہ بر ہو جائیگی

ذبح جبتک ہمکو خنجر سے کرے وہ جنگجو
آرزو اسوقت تک زخم جگر ہو جائیگی

آنکھ میں سرمہ کا دینا بار بار اچھا نہیں
دیکھئے مژگاں کی صف زیر و زبر ہو جائیگی

طعن حاسد سے بڑھیگی جودت ذہن رسا
تیر کھاکر فکر میری تیز پر ہو جائیگی

دن پھرینگے جب ہمارے شب ملیگا ہجر
تیرہ بختی خال رخسار قمر ہو جائیگی

آنکھ سے میری اگر رستے میں ٹپکے اشک گرم
کشتہ لالہ خاک رہگذر ہو جائیگی

ہاتھ اٹھاؤ ظلم سے دیکھو بہت پچھتاؤگے
بد دعا جس دن کسیکی کارگر ہو جائیگی

جنس عصیاں بکیگی محشر میں ہوا جب میں طلب
خوار میری وجہ سے نوع بشر ہو جائیگی

مانگ کنگھی کرکے چوٹی میں نکالی یار نے
راہ اس کوچہ کی اب تو بے خطر ہو جائیگی

شرم عصیاں کی مجھے توبہ سے کر دیگی غنی
جلد جب رخسار کی ہم رنگ زر ہو جائیگی

ساتھ تیرا کچھ دنوں یونہی رہا گر اے حباب
موج بھی تیری طرح شوریدہ سر ہو جائیگی

سنتے سنتے رات دن فریاد مرغان چمن
ایک دن تو اے ہوائے باغ کر ہو جائیگی

غم کریگا بند سے بند ایک دن تیرا جدا
بے حلاوت زیست مثل نیشکر ہو جائیگی

غم سے بیدردی کے اوگلے گا کلیجہ کا لہو
غرقہ خوں کشتی اہل نظر ہو جائیگی

رخنہ مژگاں سے جو نکلی ہے دل میں جوئے خوں
قلزم مواج تا سال دگر ہو جائیگی

ابر کے آغوش میں بھی پھر نہوگی [illegible] کے سیر
قطع جو امید [illegible] شجر ہو جائیگی

روشنی تیری دکھائیگی مجھے مرجع کا نور
بجھتے بجھتے جب ضمیر مستتر ہو جائیگی

رفع بدنامی اگر ترک فغاں سے میں کروں
داستان ضبط میری مشتہر ہو جائیگی

کیوں نہ [illegible] کا خبر ہے پوچھوں نشاں
موج ہی خود ڈوبنے کے آگے راہبر ہو جائیگی

[illegible] شمع [illegible] ہے اگر
جلتے جلتے شام سے تجھکو سحر ہو جائیگی

نہ ہوئے بھی لحد جلنے لگیں گے دل کے داغ
شام کے ہوتے ہی اس گھر میں سحر ہو جائیگی

سوئے پیری کھینچ کر لیجائیگا تجھکو شباب
تیرگی سے شام کی پیدا سحر ہو جائیگی

ہم سیہ بختوں نکو شام وصل کی ہو کیا خوشی
وہ برآمد گھر سے جب ہونگے سحر ہو جائیگی

وصل کی شب بیچ وہ کب ہونگے ہم خواب سے
نیند جانے جاتے آنکھوں سے سحر ہو جائیگی

مشورہ پاس ادب کا ہے کہ سونے دوں انہیں
دل یہ کہتا ہے کہ لے ظالم سحر ہو جائیگی

ہر گلہ کر لیجئے گا رات سوتی ہے تمام
دیکھئے شکوے شکایات میں سحر ہو جائیگی

شام سے ہی وصل کی شب میں ملا ہے مژدہ شمع
آج مثل وقت با طالع سحر ہو جائیگی

آپ دو دن ساتھ لا ہر دن تا ہر کی طرح میں
زندگی میری فراغت سے بسر ہو جائیگی

کہانے ٹکڑے نان جو کے رہیگا خاک پر
رات آسائش سے قانع کی بسر ہو جائیگی

غنچہ گل کو مبارک ہو نالے باغبان
خار کی ہر بار ٹہنی میں بسر ہو جائیگی

آپ دریا کی طرح خوگر قناعت کا ہو میں
زندگانی ایک عیا در میں بسر ہو جائیگی

صبح کو تا منزل خورشید گر پہنچی تو کیا
رات تو شبنم کو رونے میں بسر ہو جائیگی

کامیابی کیلئے اسباب کا طالب نہو
شاخ خود سرسبز ہو کام ثمر ہو جائیگی

کچھ دنوں کسب حرارت آفتاب غم سے کر
فکر تیری پختہ مانند ثمر ہو جائیگی

ہم میں عریان ہو بیٹھے گا کبھی صاحب کمال
شاخ بے برگ سے پیدا بے ثمر ہو جائیگی

طبع کو باغ جہاں میں کر ادب آموز فیض
بخل کی عادت سے نخل بے ثمر ہو جائیگی

سر بلندی یاد رکھ موقوف استغنا پہ ہے
شاخ اونچی ہو گی جھکنے سے کم ہو جائیگی

پست فطرت اسقدر سمجھے ہیں ہم اے نسیم
باغ باغ ان چار پھولوں میں بسر ہو جائیگی

مسکرانے میں حفاظان کی فکر ہے کار زنان
ہر ورق رخسار گل کا نکہت سے سحر ہو جائیگی

لے مزہ تیغ ادا کا غم ہو سے کیا بعد مرگ
پیدا ہو کر مرقد کی تو سحر ہو جائیگی

ہر پلک چشم بتان کی جان لیگی ایک دن
تیغ ہے خوں میں دل یہ سحر ہو جائیگی

تیغ زہر آلود کا پانی مجھے دیگا فروغ
سیر ابی سیلاب سے تو لے سحر ہو جائیگی

رفتہ رفتہ طبع میں ظالم کی پیدا ہوگا رحم
... تیغ ... تو سحر ہو جائیگی

ہنسکے وہ مٹی اگر دینگے مجھے ہنگام دفن
خاک میری گرد رخسار گہر ہو جائیگی

ابر کیوں کرتا جدا پہلو سے اپنے اے صدف
کیا خبر تھی بوند پانی کی گہر ہو جائیگی

بار تو قیر ہاتھ آجا نیسے بڑھ جائیگا نجل
بوند بھی تیری مانند گہر ہو جائیگی

رشتہ کے مانند اگر باریک ہیں ہی تیری آنکھ
راہ پیدا مثل سوراخ گہر ہو جائیگی

آبلوں کو دلکے طے کرتی اگر آئیگی آہ
آتے آتے تا بہ لب سلک گہر ہو جائیگی

گفتگوے وصل سے کیوں آپ ہوتے ہیں خجل
کون بیٹھا ہے یہاں کسکو خبر ہو جائیگی

فصل گل جب باغ میں آئیگی اے باد صبا
ہم اسیران قفس کو بھی خبر ہو جائیگی

مرگ کو میرے معاند دینگے شہرت قبل مرگ
مبتدا پر کیا مقدم یہ خبر ہو جائیگی

نزع میں محو جمال دوست ہونگی اس طرح
آنکھ کی پتلی مژہ سے بے خبر ہو جائیگی

میرے مرنیکے حکایت سچ نہ سمجھے وہ اگر
دل کی گہبراہٹ سے تصدیق خبر ہو جائیگی

کیوں کریں اے دوست پیش از وقت ہم فکر رفیق
گہر سے جب نکلے تو غربت ہم سفر ہو جائیگی

سعی کر حسن عمل میں کیا تجھے یہ دھیان ہے
طے عدم کی راہ بے زاد سفر ہو جائیگی

بعد رحلت بھی ہمارا ساتھ دیگی آرزو
دامن دل کیلیے گرد سفر ہو جائیگی

جان شیریں سے نہ خلط اے تن خاکی بڑھا
منحرف تجھ سے یہ ہنگام سفر ہو جائیگی

کاروان عمر اے پیری گیا منزل پہ کب
صبح جب گہر میں ہیں روز سفر ہو جائیگی

اسلیے چرخ کی گردش ہے چشم یار میں
پیس کے سرمہ ایک دن توتیائے نظر ہو جائیگی

چھوڑ عادت موشگافی کی دگرنہ ایک دن
مردمک کا زخم خود تیری نظر ہو جائیگی

پتلیوں کو گندھا نہ سرمہ کا بچھاؤ آنکھ کو
نرگس بیمار کی دیکھو نظر ہو جائیگی

آئنہ پندار یکتائی ہیں وہ دیکھیں اگر
عکس کی جانب سے رو گردان نظر ہو جائیگی

پاک ہیں ہونٹ غیر محرم سے اگر آنکھیں ہوں چار
سانوں پردہ میں پوشیدہ نظر ہو جائیگی

نشتر مژگاں ہونگے آنکھوں میں نشانوں کے خضر
بال ہوا ہے تب اگر تہ بھی نظر ہو جائیگی

آنکھ گویا ریگ ہیں پھونکا اوس اے مسیح
[illegible] ناتوان جسم [illegible] نظر ہو جائیگی

[illegible] تے ہوئے
[illegible] آس کی [illegible] نظر ہو جائیگی

درد اوٹھکر دلمین کردے گا جگر کو بیقرار
میرے مرنیکی اونہین کامل خبر ہو جائیگی

زندان بلا حلقہ یاران وطن ہے — احباب کی مجلس ہے کہ افعی کا دہن ہے
اوس شوخ کا دیدار نہین سیر چمن ہے — قد غیرت شمشاد ہے رخ رشک سمن ہے
غربت کا قلق سلسلہ جنبان محن ہے — قید وطن آزادی مرغان چمن ہے
کچھ اور ہی عالم ہے گلستان کا خزان مین — وہ نالۂ بلبل ہے نہ وہ رنگ چمن ہے
ہمرنگ عقیق اشک جو دامن سے ہین آتے — کیا آنکھ کے پردے مین نہان کان یمن ہے
غم جبکہ سزاوار ہے جب وہ ہنس مغموم — کیون چاک گریبان مرے ماتم مین کفن ہے
راحت سی نہین ایک گدا ہو کہ شہنشاہ — دنیا ہی عجب خانۂ اندوہ و محن ہے
ہم سر بھی پٹک مارین تو ہوتا نہین گویا — کیا غنچۂ تصویر حسینوں کا دہن ہے
اٹھتا ہے دہوان کس دل سوزان سے الٰہی — ایک ابر سیہ چرخ پہ یہ رخ کہن ہے
غلطانی گوہر سے ہوا ہمکو یہ ثابت — بیتاب دل اسکا ہے دریا کے عدن ہے
اے آب روان کوئی ہی تو تجھ مین نہاتا — یہ موج نہین ہے کسی گیسو کی شکن ہے
مایوس ہے دل زیست کبھی اب سے کچھ ایسا — مین جان ہستی کو سمجھتا ہون کس ہے
اموات کو آرائش مدفن سے غرض کیا — دیوار و پیہ اس گھر کے سفیدی کا کفن ہے
ہستی کیطرف سیر کو آنکلے تھے اے مرگ — در اصل ہمارا عدم آباد وطن ہے
یارو نہین پڑا رہنے دے اے گردش گیتی — اکسیر مجھے خاک گلستان وطن ہے
کیون تربیت جسم مین مصروف ہی نادان — لقمۂ دہن گور کا انسان کا بدن ہے
دل شوق ملاقات مین اس شک چمن کے — نرگس کیطرح چشم تمنا ہمہ تن ہے
اقرار کرے وصل کا عشاق سے کیونکر — شیرینی لب اسکے لیے قفل دہن ہے

مین آپ ہی جب معترف جہل ہون کامل
کیون میری طرف کاملون کا روئے سخن ہے

اسپدر دل خوش تو سونا تن سیمین نکلے — حرارت نہ ہوم ہو جیسے [illegible] آستان نکلے

اسی میں مصلحت ہے مقفل لب سے فغاں نکلے
نہ نکلے یہ تو پہر ہر بن مو سے دہواں نکلے

پئے گلگشت گھر سے تو اگر اے جان جاں نکلے
در گلشن سے لینے تجھکو سرو بوستاں نکلے

شب فرقت میں جب ار صبح دل نکلے کہاں نکلے
در منزل سے دیکھوں قبل کسکا کارواں نکلے

بتوں کے تیغ ابرو دل سے تیر خوں چکاں نکلے
شفق آلودہ جیسے دلبری پہ کہکشاں نکلے

اگر بہر خرام ناز وہ سرو رواں نکلے
وہاں شور محشر سے صدائے الاماں نکلے

نکالا بزم سے تمنے تو اے سرو رواں نکلے
صدائے نغمہ تجھ بن تک تو جھنجھلا کے ہم کہاں نکلے

غم الفت نہ ہو جبکو تو کیا اسکے فغاں نکلے
جلے سینے میں دل سارا تو آہوں کا دہواں نکلے

وہی آسودہ خاطر ہو کہ اپنا کام جاں نکلے
ہمیں نکلیں گلی سے یا کہ یا پاسباں نکلے

کیا اندازۂ رفعت جو ہم نے کوئے جاناں کا
کہیں اُسکی زمیں سے پست سات آسماں نکلے

توقف کر ذرا جی حلق بریدہ سے اٹھانے میں
ابھی ارمان تیرے دل سے اے قاتل کہاں نکلے

ہم الباً الشون کو اے قطرہ ہرگز نہ سمجھے تھے
خدا کی شان یہ قطرے تو پھر بے کراں نکلے

تامل سے جو دیکھا گھر بنا کر رہنے والوں کو
سر رہ دہر میں دو چار دن کے میہماں نکلے

ہماری زندگانی تجھ سے اے شاخ نشیمن ہے
اسی دن مر گئے جس دن اٹھا کر آشیاں نکلے

الہی موسم گل شوکت شاہانہ سے آئے
چمن کی سرزمیں سے ہر نفس دو ہو کے حیراں نکلے

خبر کسنے ہماری آکے لی صیاد کے گھر میں
ہمیں کیا کام گلشن میں رہے یا باغباں نکلے

سبب رو کیوں کرے تجھکو بچا کر گردش گیتی
مثال شمع کیوں منہ سے ترے باہر زباں نکلے

سحاب اسمال برسیں پی کے پانی چشمۂ خونکا
زمیں باغ سے نرگس بہ رنگ ارغواں نکلے

نہ بڑھنے دو سوئے آئینہ اپنے عکس گیسو کو
پڑا کے گھر میں کسو نبے اژدہا کر مو کشاں نکلے

ہوا برہم ہوا باغ کے موسم میں بلبل کو
بدن سے جاں نکلے یا چمن سے آشیاں نکلے

یہ رتبہ دے حریم یار کو یارب کہ رفعت میں
زمیں کا اوسکی اندازہ کریں تو آسماں نکلے

تفاخر کیوں کریں اے سوز غم وہ بات ہی کیا تھی
اگر نالے ہمارے صاعقے سے ہم عناں نکلے

گداز اے سوز غم ایسا دماغ بیاں میں پیدا کر
عرق کے ساتھ پیشانی سے مغز استخواں نکلے

تعجب ہے نہ نکلے ایک دن تو کسب روزی کو
تلاش رزق میں ہر روز مرد ناتواں نکلے

کسی صورت نہ ہوتی زندگی اے باغباں میری
غنیمت ہے کہ طائر بوستاں کے ہمزباں نکلے

بہار آئی کہیں بیڑی کٹے پائے تمنا کی
قدم گھر سے پئے طوف خرابات مغاں نکلے

قدم گلزار جنت میں ہمیں رکھنے نہیں دیتا
الٰہی مثل آدم اوس گلی سے پاسباں نکلے

چلو تو مصر میں ہم جان بیچینگے تمہیں لینگے
متاع حسن کا جو یرخ ارزاں جاں جاں نکلے

غبار اوٹھکر خبر دے کارواں کی میری کیا طاقت
دہان زنگ کو سی دوں اگر بے فغاں نکلے

امید خیر کیا اے موج دریا گھر کی دولت سے
عطش سے جبکہ بیرون دہن تیری زباں نکلے

کہیں کرتے ہیں آہیں پختہ کاران محبت بھی
کباب خام تو دل کو سمجھ جبتک دہواں نکلے

الٰہی کون صحرا ہمارے دل کا صحرا ہے
خوشی کے قافلے گذرے نہ غم کے کارواں نکلے

نہ آئے لخت دل دامن کی جانب قبل اشکوں کے
وہ لٹ جاتا ہے جو منزل سے پیش از کارواں نکلے

بقصد امتحان عشق صادق فصد گر کھولیں
رگ گل سے غذا دل کا لہو اے باغباں نکلے

یہ سن لیا کہ موت آئی ہمیں صیاد کے گھر میں
چمن میں باغباں جب آتش گل سے دھواں نکلے

مسیحا آگیا وہ کیا لوقت واپسیں آئے
نہ اونکے پاؤں پہ سر رکھ کے تن سے جاں نکلے

دیار دوست کو بھیجیں بنام شوق ہم کاصد
ادھر کا جانیوالا بھی تو کوئی کارواں نکلے

سرگرم سیر آج ہیں وہ کسکی چاہ سے
پیدا ہے مرض شوق کی سرعت نگاہ سے

خلقت ہے دل کی الفت چشم سیاہ سے
آنکھیں کھلی ہیں روزن تنگ نگاہ سے

سازکرشمہ چھیڑ کے چشم سیاہ سے
وہ صوت نغمہ سنتے ہیں تار نگاہ سے

دامن کتاں جلے نہ تنجترکی راہ سے
ظلمت اتار رنگی ردا دوش ماہ سے

آنکھیں ہیں شرمسار نظر کے گناہ سے
کاغذ خجل ہے کلک کے رنگ سیاہ سے

اشک طرب بہائے ہیں چشم سیاہ سے
خوں عاشقوں کا دیکھو مہندی دست نگاہ سے

یوسف گرے نہیں ہیں فلک کی نگاہ سے
اقبال انکا آکے نکالیگا چاہ سے

نکلے ہیں خود چراغ لئے اشتیاق میں
آیا ہے کون وادی ایمن براہ سے

دوڑی ہے تیر از زلف کے جاؤ پر زلف یار
بڑھنے ہے بار سمجھنے دیکھ مہ آہ سے

آرام چاہتا ہے تو صحرا میں آکے بیٹھ
دریا خجل ہے نرمیِ فرشِ گیاہ سے

راحت زیادہ جسم کی ہے روح کو مضر
پہلو کو اپنے خشک نہ کر خوابگاہ سے

دیر و حرم کے پھیر میں کی زندگی بسر
تو سوئے دوست کیوں نہ گیا دل کی راہ سے

عصمت کے مدعی کو ہے شاہد کی احتیاج
ثابت ہوئی برائت یوسف گواہ سے

کشتی ہماری لیکے بٹھا دی زمین پر
کیا نابلد ہے موج بھی دریا کی راہ سے

پرواز تک کوئی مقام عجب نہیں
نکلا ہے آشیانہ مرغِ نگاہ سے

کھینچیں تمام عمر اگر روز و شب حریص
پوری رسن نہ پہنچیگی نہ دنیا کی چاہ سے

بیگانگی سے خلق میں پایا ہے یہ رواج
یوسف گریں تو کوئی نکالے نہ چاہ سے

گریاں مجھے فراق میں دیکھا جو برق نے
نکلی تڑپ کے خیمۂ ابرِ سیاہ سے

پیدا کیا ہے رخ کی محبت میں داغ دل
لایا ہوں یہ چراغ شبستانِ ماہ سے

آئی خزاں نصیبِ گلستاں کے سو گئے
سبزہ اٹھا کے فرش چلا خوابگاہ سے

اے موج رکھو نہ جادہ گرداب پر قدم
تو آشنا نہیں نہ دریا کی راہ سے

ملتا ہے گنجِ مال کا بے رنج کسب بھی
پانی کبھی اُبل کے نکلتا ہے چاہ سے

میں بیٹھے نہ پاؤنگا بنکر غبار بھی
جو آئیگا وہ مجھکو اٹھائیگا راہ سے

بخشائش کریم کہاں اور میں کہاں
غرقِ عرق ہوں خجلت عفو گناہ سے

ثابت ہے پیش خیمہ ہے آنسو کے نزع میں
سلطان روح آئیگا آنکھوں کی راہ سے

معدوم ہو کے رخ سے ہوئی ہے نظر جدا
یہ شمع بجھ کے نکلی ہے ایوان شاہ سے

کامل غزال کیوں نہ ہو شوخی میں چشم یار
سیکھے ہیں فن عشوہ گری کس نگاہ سے

کس کو بلاکشاں محبت کا پاس ہے
خنداں دہانِ زخم جگر دل کے پاس ہے

صبح شب وصال کا دل کو ہراس ہے
امید میری چاک گریبانِ یاس ہے

پردہ کا اپنے دختر رز کو یہ پاس ہے
سینے کے گھر میں بیٹھ کے آتش لباس ہے

عریاں سمجھ نہ ہمکو اگر رد شناس ہے
رنگ پریدہ رخ کا ہمارا لباس ہے

کسکو کہون امید کسے اوس سے یاس ہے
ہر شے سے دور اور ہر اک شی کے پاس ہے

پہر کیا برا ہے کون مقام ہراس ہے
دل مجھ سے دور ہو کے جنون کے پاس ہے

روتا وہی ہے جو ہی گرسنہ نشاط کا
پیتا ہی آب اشک جسے غم کی پیاس ہے

کرتے ہین قدر اہل بصیرت کی دیدہ ور
اہل صفا کا آئینہ جوہر شناس ہے

تو پست جانتا ہے جسے اوسکی قدر دیکھ
بنیاد قصر چرخ زمین کی اساس ہے

آوارگان دشت کو ڈہونڈینگے دزد کیا
غم ہے متاع گرد بیابان لباس ہے

راضی ہون دور چرخ سے مین ہر لباس مین
یکسان مجھے قبائے سمور و پلاس ہے

غربت مین کوئی آبلہ پا مر گیا ہے کیا
چپ چپ ہین خار دشت کی صحرا اداس ہے

گذرینگی جسم زار پہ پہرے کفن مین کیا
سوزن سے جو سیا نہ گیا وہ لباس ہے

اوٹھون زمین ہی جہاڑ کے نشہ مین شوق کے
دامان بیخودی پہ غبار حواس ہے

دنیا نہین جو دور فلک کام دل نہین
کیا شوق دید یار کا رحمی کی پیاس ہے

صدمہ صفائے قلب سے پہونچے تو غم نہ کہا
تو یہ سمجھ کہ دل نہین آئینہ یاس ہے

تنہا تجہی سے ہم نہین فرقت مین نا امید
اے زیست اپنی مرگ سے بہی ہمکو یاس ہے

افلاک پر یہ بال ہین مرغ امید کے
اس پر کہ زخم خوردہ پیکان یاس ہے

ہم اذن بار دے نہین سکتے امید کو
مالک ہمارے غمکدہ دل کی یاس ہے

ہوگا نہ سب ہین حشر مین خیر آفتاب حشر
داغ جگر کا ایک وہی روشناس ہے

لیتے ضعیف سے نہ تعلی کی افو یا
انسان کا جہل زینہ بام قیاس ہے

دانستہ بعد کرتی ہین مقصد سے اختیار
کیا کشتون کو باد مخالف کا پاس ہے

جائین صدا کے دوست کا ہی جنکو اشتیاق
اک محمل اب بہی وادئی ایمن کے پاس ہے

کیون جائے کوئی حالت غم مین کسی کے گہر
آئینہ خوش ہے عکس جو میرا اداس ہے

اسکی جلن بہی دل کو ہو کاش تو کیا کرون
اب ایک ہی تو داغ کلیجے کے پاس ہے

بیجا ہمین شکایت کسب ہنر نہ تہی
سرسبز شاخ عمر تہی جب بار ور نہ تہی

راہ نشاط کوئی تھی از خطر نہ تھی
لذت شراب ناب کی بے دردسر نہ تھی

دل ہوش مین ہی یاد سے اپنی خبر نہ تھی
کیون کر صدائے زخمۂ غم کارگر نہ تھی

مردم کا عیش تلخ کرے وہ نظر نہ تھی
رویا ہی مین تو آنسوؤن سے آنکھ تر نہ تھی

یون عاشقون کی تشنۂ خون جا بجا یہ تھی
آگئے تو ایسی قہر تمہاری نظر نہ تھی

منزل کے منہ سی ہوتے خجل کیون بادہ رو
کیا پردہ پوش قافلہ گرد سفر نہ تھی

ہوتے جہان مین رحلت اسلاف سے بلد
دود چراغ کشتہ ہماری نظر نہ تھی

جو کچھ کیا زمین مین نے کیا یہ جبر
محکوم ابر و باد کی طبع شجر نہ تھی

آکر شب وصال مین دل سرد کر دیا
چادر تہی موج آب کی باد سحر نہ تھی

عشرت مین بھی عزیز رہا صاحب کمال
چادر کلف کی پردۂ روے قمر نہ تھی

غیرون کے منہ سی خلق میں ہوتی بلند نام
میری نگاہ رشتۂ سنگ گہر نہ تھی

کرتی علاج درد طبیعت قبول کیا
دست دعا مین جنبش نبض اثر نہ تھی

بیگانہ عقل و ہوش سے ہونگے لگا کے دل
ہمکو اس ای بے خبری کی خبر نہ تھی

کیون کر غبار دیر نہ ملتے جبین پہ ہم
آلودگی خاک حرم معتبر نہ تھی

کھایا تھا ہمنے سینے پہ تیر نگاہ دوست
جس وقت زہ کمان قضا و قدر نہ تھی

رشتہ خط شعاع کا لیتے قمر سے کیا
محتاج جیب صبح پئے بخیہ گر نہ تھی

پہونچا یہ فیض سبزہ کو ہونے سے غیر جنس
شبنم سے موج آب مرصع کمر نہ تھی

میراث مین سفیہ کو دیتا زمانہ کیا
تشریف علم و فضل کی پا لان خر نہ تھی

بن پڑتی کیون نہ گرمی خورشید حشر کی
اشکون سے آستین قبا میری تر نہ تھی

کیون دل گرفتہ قبر سے ہوتا مین بعد مرگ
دنیا سے تو فضائے لحد تنگ تر نہ تھی

داغون کا عذر سنکے ہے آتی ہنسی مجھے
دل جلکے خاک ہوگیا اونکو خبر نہ تھی

کیون اوڑ گئی نہ لیکے نشیمن کسیطرح
بلبل خزان کی فصل مین بے بال و پر نہ تھی

بھاگا وہ معرکہ سے تو اوسکا تصور کیا
انسان کے حواس کی حافظ سپر نہ تھی

کیون کر نشاط مین مرکتان نے صبح کی
معلوم کیا سفیدی چشم پدر نہ تھی

بدنام باغبان نے کیا بے سبب اسے
بلبل شمیم گل کی طرح دربدر نہ تھی

مغرور کرتے سر کے دبانے کا قصد کیا
یہ خاک سرکشون کیلئے رہگذر نہ تھی

کرتی جہان مین راز اسیری صدا سے فاش
زنجیر میری حلقۂ زنجیر در نہ تھی

نرگس کچھ اور ہو گئی سنبل کے قرب سے
آگے تو اسطرح کی پریشان نظر نہ تھی

پژمردہ رنج بے اثری سے ہوا جو تو
اے نخل آہ بے ثمری کیا ثمر نہ تھی

نکلا ہے خون ملے جو عارض پہ آفتاب
کیا میرے غم مین چاک گریبان سحر نہ تھی

نرگس کی آنکھ باغ مین اچھی تھی یا بری
کامل کسیکے عیب کی تو پردہ در نہ تھی

سخن ہے عقدہ لاحل مری زبان کے لئے
کلید ناطقہ کی قفل ہے دہان کے لئے

بغل کشادہ ہے کیون ایسے میہمان کے لئے
کہ قرب تیر کا اچھا نہین کمان کے لئے

چلو جو رات کو تم سیر بوستان کے لئے
چراغ ذرہ بنین بام آسمان کے لئے

نظر حقوق تعارف سے تھی جو ناوک کو
ہدف پہ جا کے توقف کیا کمان کے لئے

ریاض غم مین ہون وہ عندلیب سوختہ جان
کہ برق جلتی ہے خس میرے آشیان کے لئے

ہم اپنے قلب کا رخ تیر کو بنا دینگے
کمان زہ تو کرین آپ امتحان کے لئے

ہوائے دل کا گذر کوئے یار سے ہو اگر
بہار غازہ بنے چہرۂ خزان کے لئے

ضعیف ہو کے نہ کر راسی قد کی ہوس
کہ عیب قامت خم گشتہ ہے جوان کے لئے

ہمارے نعش کے حال سوئے جاتے ہین
صدائے زنگ ہے افسانہ کاروان کے لئے

نہ رکھ امید تمتع کمال سے اپنے
حنا کا رنگ نہین دست باغبان کے لئے

مبارک اہل دول کو ہو شامیانہ زرد
سپہر بس ہے فقیرون کو سائبان کے لئے

سرائے قبر بھی کوئی نگار خوشرو ہے
کہ جسکو دیکھئے مرتا ہے اس مکان کے لئے

گناہ میکدہ و جرم دیر و مجلس شرع
قصاص قبر نے مجھسے کہا کہان کہان کے لئے

ہمارے داغ جگر سے جو ملکے نکلی آہ
ہوا نے رنگ لیا صحن بوستان کے لئے

شب فراق سحر کسطرح ہو نالون مین
کہان سے لائے کلیجہ کوئی فغان کے لئے

کبھی چلین تو مزار گذشتگان کیطرف
وہان گئے ہین آئے تھے ہم جہان کے لئے

نہ غم شباب کا ہمنے کیا نہ پیری کا
بہار کے لئے رویا نہ مین خزان کے لئے

کرے حجاب اگر تیر سے تو آسان ہے
کہ ایک چھوڑ کے دو گوشے ہین کمان کے لئے

وہ سوز دے تن لاغر کو ہجر مین یارب
کہ پتیہ شمع نہیے مغز استخوان کے لئے

خدانے ہند کو میری زبان دی کامل
وگرنہ تیغ تھی یہ اہل اصفہان کے لئے

قید ہم بادہ گلگون کیطرح گھر مین رہے
بٹریان سوچ کی پہنے ہوئے ساغر مین رہے

آدمی دیر مین با خانہ داور مین رہے ✓
شاہد منزل وحدت کی ہوا گھر مین رہے

بادہ علم نہ جب بحث کے ساغر مین رہے
نشۂ کبر جہالت ہے کہ پھر سر مین رہے

بس ہے انسان کے سونیکو اک کہنہ حصیر
کیون خرد مند غم بالش و بستر مین رہے

نہوئے قید سے آزاد کبھی اہل کمال
نامور ہو کے بھی مانند نگین گھر مین رہے

آبرو دارون کو امید رہے چرخ سے کیا
رخنۂ ناوک غم جیب دل گوہر مین رہے

گرم کر خون تن زار کو اے جوش جنون
خون رگ تک رگ جان دیدہ نشتر مین رہے

ہوگا زائل نہ فرومایگی اصل کا عیب
رشتہ گوہر کے رگ جان دل گوہر مین رہے

تشنہ کامان شہادت ہون الٰہی سیراب
بوند پانی کا نہ اُس شوخ کے خنجر مین رہے

چارہ کار نتھا غیر ندامت کوئی
سرنگون شرم سے ہم عرصۂ محشر مین رہے

خلد مین آکے ملے آپ غنیمت ہے حضور
ہم بہت آپکے جویا صف محشر مین رہے

کسکو قدرت تھی کہ دیتا تمہین تکلیف حساب
مست ہم بادہ توحید سے محشر مین رہے

باکمالون کو زمانے نے ابھرنے نہ دیا
صورت آئینہ ڈوبے ہوئے جوہر مین رہے

چشم جانان سے بجا ہے دل وحشی کو گریز
بعد واجب ہے کہ شاہین و کبوتر مین رہے

ہون وہ دل سرد کہ گرمی سے پسیجے نہ بدن
پیرہن شعلۂ سرکش کا اگر بر مین رہے

ازکی ندامون کو ارذال کی صحبت ہو پسند
خار سے واسطہ پہلوئے گل تر مین رہے

دون ہوا گر نفس سرد سے مین سوختہ جان
عود کی خاک سلگتی ہوئی مجمر مین رہے

خاک پیدا ہو دلوں میں اثرِ وعظ فقیہ
خود اگر نعل در آتش طلبِ زر میں رہے

باغ عالم کی ہوا ہم سے موافق نہ ہوئی
داغ تک بنکے دلِ لالۂ احمر میں رہے

ہوچکی صبح الٰہی شبِ فرقت کی نمود
جان گھٹ گھٹ کے کہاں تک تنِ لاغر میں رہے

شوقِ دیدار بن کیوں جائے ابھی آنکھوں سے دور
کچھ دنوں جان نگہ کے تنِ لاغر میں رہے

خود پسندی ادب آموز نہ ہونے دیگی
لاکھ تو صحبتِ یارانِ سخنور میں رہے

ابنِ آدم کو ہے اس عہد میں راحت ملتی
ہاتھ دڈبا ہوا جب خونِ برادر میں رہے

طائرِ فکر کو پرواز کی وسعت نہ ملی
دم بخود ہم قفسِ گنبدِ اخضر میں رہے

میرے جادہ کے کبھی پیچ میں رکھے جو قدم
خضر سا پیر کہن سال بھی چکر میں رہے

جب ہوئے روکے تو کھینچیں شررافشاں آہیں
ہم کبھی ابر کبھی برق کے پیکر میں رہے

ملک کو اپنی لب ِبستر ملک نہ سمجھے کامل
نخل ہمسایہ کے سایہ کی طرح گھر میں رہے

دندان صاف یار کا دل کی نظر میں ہے
کشتی ہماری لجۂ آب گہر میں ہے

یہ اضطراب قلب کو شوقِ سفر میں ہے
گردش مثالِ چشم مجھے اپنے گھر میں ہے

گردش ہماری خاک کو یوں بحر و بر میں ہے
ریگِ رواں کا قافلہ گویا سفر میں ہے

اعلیٰ ہمیشہ پست سے بیمِ ضرر میں ہے
دھبا زمیں کے عکس کا جرمِ قمر میں ہے

دوزخ کی آگ آنسوؤں سی چشم تر میں ہے
پتلی نہیں ہے مردمِ آبی سفر میں ہے

آغازِ فقر و فاقہ سے کسبِ ہنر میں ہے
ان تلخیوں کے بعد حلاوت ثمر میں ہے

نازک مزاج قید ہے جبتک کہ گھر میں ہے
راحت شمیمِ غنچہ کی رنجِ سفر میں ہے

گو ایک قطرہ آب کا دستِ گہر میں ہے
لیکن عزیز جوہریوں کی نظر میں ہے

کب سے چراغِ داغ ہی سینہ میں گل ہوا
گرمی ہنوز شعلہ کی دردِ جگر میں ہے

اہلِ کمال کیوں نہ ہوں افتادگی پسند
یہ پختگی کی ایک علامت ثمر میں ہے

کیا شان کردگار ہے سارا جہانِ حسن
آویختہ حسینوں کی موئے کمر میں ہے

کس شعلہ رو کے دید کا وادی گیا ہے طے
آتش کدہ ہر آبلۂ پا نظر میں ہے

پیری کو روز صبح سفر جانتا ہون مین — جادہ رہ عدم کا ہے جو بال سر مین ہے

کنج قفس مین جلتے ہین بلبل کے استخوان — شعلہ ہے یا کہ حسرت پرواز پر مین ہے

دلکش نہ کیون ہو خال سیہ روئے یار کا — دود چراغ لالہ کا رنگ اس ثمر مین ہے

ہم کو دعا سے باروری کی امید کیا — وہ ایک تخم سوختہ خاک اثر مین ہے

ہے موج ہی حباب کی مانند بے ثبات — منزل پہ وہ نہ پہونچیگی یہ رہ گزر مین ہے

جلنے مین عیب کیا صفت روغن چراغ — خوش ہون کہ نفع غیر کا میرے ضرر مین ہے

جوش غضب مین ہول رہا سیرت کرم — آتش کے ساتھ آب ہی خاک بشر مین ہے

کھینچی ہے کسنے صبح کو سینے سے آہ گرم — شعلہ کا التہاب نسیم سحر مین ہے

بیٹھے ہین وہ کسی کے تاسف مین لب گزان — آتش نہفتہ لعل کی سنگ گہر مین ہے

ملتا ہے لعل لب سی شہون کے جواب تلخ — حنظل ہمارے واسطے تنگ شکر مین ہے

مجبور اختیار ضرر مین ہون اے ندیم — امید امن کی ہو تو راہ خطر مین ہے

لیتی نہین جو چشم طمع آپ کی قرار — رعشہ مگر مریض کے دست نظر مین ہے

دیتا نہین طلوع کی آواز مرغ صبح — سرمہ سواد شب کا گلوئے سحر مین ہے

آنکھون کو بند کر تو دکھائی دے روئے دوست — پوشیدہ آفتاب غبار نظر مین ہے

یہ بھی ہوا ہے ناخن غم سے کبھی فگار — باقی نشان خراش کا روئے قمر مین ہے

یوسف عزیز ہوگے کہین جا کے تم ضرور — کیا روشنی سپیدۂ صبح سفر مین ہے

دزد سخن رہیگا نہ پنہان میان بزم — کہدیگی آنکھ سرمہ کی قوت نظر مین ہے

کامل بجھیگی آب خنک پیکے پیاس کیا

بھڑکی ہوئی اک آگ سی قلب و جگر مین ہے

خبر کیا تھی کہ جب ہم کوچۂ قاتل سے نکلین گے — ٹپکیگا سوز غم ایسا کہ شعلے دل سے نکلینگے

ہم اس عالم مین کیا اے ہمسفر منزل سے نکلینگے — نچوڑین تو لہو کے چند قطرے دل سے نکلینگے

پریشان ہو کے ارمان عاشقون کے دل سے نکلینگے — کسی دن یہ مسافر تیرے اس منزل سے نکلینگے

ہمارے غم مین شعلے سا ضبو کے دل سے نکلینگے — اگر مینا ہماہی در منزل سے نکلینگے

بتون کے داغ الفت کیون لگا دینے غریبونکو
یہ درہم وہ ہین جو آسمان کے دل سے نکلینگے

فنا اے قیس تجھکو حسرت دیدار کردیگی
نہ محمل سے نہ ارمان صاحب محمل سے نکلینگے

ہو وہ گرم ہو سیرا کہ خنجر ہاتھ سے رکھکر
ہنیون آگ کے شعلے کف قاتل سے نکلینگے

نہ دینا اس تصور کو جگہ اے دست خاطر مین
کہ میرے ناوک بیداد میرے دل سے نکلینگے

تصور مین اگر ہمراہ آئین چشم گریان کے
مثال موج مژگان سبزۂ ساحل سے نکلینگے

متاع آبرو بیچی ہے جب یہ ہاتھ آئے ہین
فنا کے بعد درہم کیسۂ سائل سے نکلینگے

زہے طالع وہ شوق وصل مین خود لپٹے جاتے ہین
ہمارے دل کے ارمان آج انکے دل سے نکلینگے

یہی عالم اگر ہے یار کی رفتار کا اے دل
گریبان چاک مردے قبر کی منزل سے نکلینگے

نہانیکو نہ آتے شعلہ رو اسکی خبر کیا تھی
کہ برسون آتشین نالے لب ساحل سے نکلینگے

میسر لب ملو تا دیر ہوگی دید قاتل کی
مبارک ہو یہ آسانی کہ دم مشکل سے نکلینگے

نگاہ لطف سے محروم رکھیگا خوشی اوسکی
دعا دیتے ہوئے ساقی کو ہم محفل سے نکلینگے

غم فرقت کھیگا پھر تو اے دل آفرین ہمکو
سبک پرواز پر جب طائر بسمل سے نکلینگے

برہمن متحد ہو شیخ سے وہ کون دن ہوگا
یہ دونون ہی کبھی قید حق و باطل سے نکلینگے

نہ نکلے ایک تم باہر حجاب شرم کے صاحب
نکلنے والے بے جا در کے اس محمل سے نکلینگے

ہمارے قلب کے ارمان پروانون کے ساتھی ہین
نہ ہوگی شمع عشرت جب تو یہ بھی دل سے نکلینگے

نہ تھا مورے مژہ کے عشق مین ایسا گمان ہمکو
کہ سبزے کی جگہ نشتر زمین دل سے نکلینگے

ہم اپنے غم مین سمجھینگے زمین و آسمان روئے
اگر دو اشک چشم صاحبان دل سے نکلینگے

بتون کے تیر مژگان سے ہی خاطر مطمئن کامل
کہ نشتر ہین ڈوبن ہمارے دل سے نکلینگے

قطعہ

نام کا تیرے وظیفہ تھا زبان کو صبح و شام
مرحبا اے درد الفت عشق ہی تیرا ہی نام

غمکدہ مین خاطر ناشاد نے تشریف رکھی
مصر دل کو تصرف کر لیا غرانہ تمام

عشق وہ سرکار ہے جسکی زلیخا ہے کنیز
عشق وہ بازار ہے جسمین ہی یوسف سا غلام

عشق ہے صبح ازل کا حکمران بدولت
عشق ہی شام ابد کا رمزدان انتظام

عشق کے دریا کا اک قطرہ ہے نہر سلسبیل — عشق کے صحرا کا اک گوشہ ہے گلزار دوام

عشق ہے وہ نور ہے اضداد مین جسکا ظہور — عشق ہے وہ ربط جس سے ہے عناصر کا قوام

باغ مین ہے بوئے گل ور دشت مین ہے نوک خار — سنگ کے دل مین شرر دریا مین ہے ماہی کا دام

سرنگون خلوت مین ہے اور انجمن مین سرفراز — مدرسے مین ہے کتاب اور معرکہ مین ہے حسام

شمع کے جامے مین کرتا ہے کبھی شعلہ کا ناز — پیرہن مین گل کے بتا ہے کبھی عطر مشام

مثل بلبل کے کبھی کرتا ہے نالے درد خیز — گاہ پروانہ کی صورت جل کے ہوتا ہے تمام

پردہ محمل مین لیلی اسے یہی مقصود ہے — خاک مجنون ہے اسی کا جد کے وادی مین نام

دفعتاً بالکل ہوا اسرود بابسم وراہ — مدتون اک کنج عزلت مین رہا مبرا تقام

بعد مدت اب قدم رنجہ کیا پھر عشق نے — یعنی پھر مد نظر ہے اک حسین لالہ فام

نجم کی تشبیہ جسکے خال سے ہے نادرست — بدر کی تمثال ہے چہرے سے جسکے ناتمام

اے نسیم صبح کوئی مشورہ تو ہی بتا — سخت حیرت ہے کہان بھیجون کسی جیجو پیام

نامہ و پیغام کا جانا تو ہے امر محال — ہان مگر تجھسا پیمبر ہو کوئی با احترام

خیر تو ہی ایک دن وقت سحر تکلیف کر — جس جگہ سوتا ہے وہ رشک قمر بالائے بام

صاحبان عشوہ ہونگے دست بستہ صف لطیف — اور پاس حسن کا ہوگا نہایت اہتمام

اولاً تعظیم سے ہونا زمین بوس ادب — دست بستہ پھر یہ کہنا بعد تمہید سلام

اے فروغ ملک خوبی اے جہان آرائے حسن — تاج و تخت نازکی رونق رہے تجھسے مدام

بندگان بارگاہ عشق ہین تیرے بہت — لیکن اک رنجور ہے سب سے زیادہ تلخ کام

واقعی ایسا ہی کم ہوگا کوئی شوریدہ سر — عاشق صادق ہے پروانے کی صورت راکلام

سٹپٹا جاتا ہے کبھی صحرا مین مثل گردباد — مرغ بسمل کیطرح چلتا ہے گاہے چند گام

اپنے دل مین آپ تو انصاف کر اے ماہرو — عاشقون پر ہے جفا ہر ایک ملت مین حرام

رنج فرقت تا کجا امید وصلت تا کجے — کچھ نفس باقی ہین وہ ہو جائینگے اکدن تمام

خیر اس قصہ سے کیا مطلب ہمین اے رشک ماہ — کامل خستہ نے تمکو دیا ہے یہ پیام

جان کا خرمن لئے بیٹھا ہون نذر [illegible] — مہربانی سے چمک اے برق تابان والسلام

فقط